بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام یا جمہوریت

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج کے اس دور میں جبکہ کوئی یہودی ہے، کوئی عیسائی، کسی نے آتش پرستی کا دین اپنایا ہوا ہے اور کوئی رام کے بتوں کا پجاری، کوئی سوشلزم کا نعرہ بلند کر رہا ہے اور کوئی کیمونسٹ بنا ہوا ہے۔ اُس خالق کائنات نے ہمکو مسلم پیدا فرمایا۔ مسلم کے معنی اطاعت گزار و فرمانبردار کے ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ کا ایسا فرمانبردار جو اپنی زندگی کے تمام امور اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتب اور اسکی طرف سے مبعوث فرمائے گئے انبیا کرام کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ادا کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اسکے نزدیک اللہ کے وضع کردہ قوانین حیات کے مقابلے میں انسانوں کے بنائے ہوئے طریقہ زندگی محض باطل و طاغوتی ہوا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مسلم کی تعریف کتاب مقدس میں اس طرح بیان فرمائی:

قل ان صلاتی ونسکی و محیا ی و مماتی للہ رب العالمین ﴿﴾ لا شریک لہ و بذلک امرت و انا اول المسلمین (انعام: ۱۶۲۔۱۶۳)

"کہہ دو کہ میری صلوۃ میری قربانی میرا جینا میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کیلیئے ہے۔ اسی کا مجھے حکم ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا ہوں۔

یعنی ایک مسلم کی زندگی کا کوئی بھی لمحہ کسی اور کے مرتب کردہ طریقے کے مطابق نہیں بلکہ صرف اللہ کی وضع کردہ شریعت کے تابع ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان کہ اس نے ہمکو اس کرہ زمین پر ایک مملکت عطا فرمائی۔ ہم نے اس ملک کو حاصل کرتے ہوئے اپنے رب سے وعدہ بھی کیا تھا کہ اے رب اسکی بنیاد لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر ہوگی۔ یعنی اے اللہ ایسی مملکت عطا فرما جہاں مالک صرف تجھے الہٰ سمجھا جایگا، جہاں اکیلا تجھے خالق، مشکلوں کو حل کرنے والا، تنگی و بیماری کو دور کرنے والا، رزق میں فراوانی کرنے والا، اولاد سے نوازنے والا سمجھا جایگا۔ جہاں ہماری قولی، فعلی، جسمانی عبادات کا مستحق صرف تو ہوگا۔ جہاں تیرے احکامات نافذ کئے جائینگے اور صرف تیرے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق زندگی بسر کی جائیگی۔ جہاں تیری طرف سے مبعوث فرمائے گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مشعل راہ ہونگی یعنی جہاں صرف قران وسنت کا راج ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمکو اس مملکت پاکستان سے نوازا جہاں آج ہم ایک آزاد قوم کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ شاید ہم اس وعدے کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ آج ہم اپنے شب و روز کے دوران کئے جانے والے اعمال کا جائزہ لے کر اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم کسقدر اپنے عہدو پیماں کے سچے ہیں۔ اپنے قول و فعل اپنے لین دین اپنے شادی بیاہ اپنے دوسرے مسائل زندگی کی طرف توجہ کریں یہ کسقدر قران وسنت سے دور ہو گئے ہیں۔ زندگی کے دوسرے امور کی طرح ہمارا طریقہ حکومت بھی

اسلامی کے بجائے جمہوری ہے۔

آج ہمارے درمیان جمہوریت کے بارے میں مختلف خیالات پائے جاتے ہیں۔کوئی کہتا ہے کہ یہ یہود و نصاریٰ کا مرتب کردہ طریقہ ہے اور کسی کا خیال ہے کہ یہ اسلام کے عین مشابہ ایک طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اسکے رسول ﷺ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں تنازعہ ہو تو اسے اللہ اور اسکے رسول کی طرف پھیر دو۔اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی ایک صحیح طریقہ ہے اور انجام کار کے اعتبار سے بہتر ہے'' (النساء:۵۹)

یعنی جو لوگ اللہ اور روز آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہوتے ہیں وہ اپنے اختلافات کا فیصلہ اللہ اور رسول اللہ کے فرامین کے مطابق کیا کرتے ہیں۔لہذا وہ صحیح طریقہ جو قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہے ہم اسی کی روشنی میں طریقہء جمہوریت کا جائزہ لیتے ہیں۔

جمہوری نظام حکومت کی تعریف

جمہوریت سے مراد ایسا نظام حکومت ہے جس میں عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی اکثریت رکھنے والی سیاسی جماعت حکومت چلاتی ہے اور عوام کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے۔ سابق امریکی صدر ابراھم لنکن نے جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"عوام کی حکومت۔ عوام کے ذریعے۔ عوام کیلئے"

جمہوریت کے بارے میں ابراھم لنکن کی تعریف جامع اور درست تصور کی جاتی ہے۔ اس تعریف میں عوام کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے یعنی عوام کی حکومت سے مراد ہے کہ اقتدار اعلیٰ عوام ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ اور عوام کے ذریعے حکومت سے مراد ہے کہ عوام صرف اقتدار اعلیٰ کے نظریاتی طور پر ہی مالک نہیں ہوتے بلکہ وہ عملاً بھی اپنے آپ پر حکومت کرتے ہیں۔

یعنی وہ حکومت کی باگ دوڑ اپنے ایسے نمائندوں کے حوالے کرتے ہیں جس سے وہ جواب طلبی کر سکتے ہوں اور بوقت ضرورت اقتدار سے ہٹا بھی سکتے ہوں اور عوام کیلئے مراد یہ ہے کہ حکومت عوام کیلئے ہے اس کا مقصد بلا استثنا عوامی مفاد کی حفاظت ہے۔

(سیاست و ریاست، از فاروق نجیب اختر)

جمہوریت کی تعریف کے بعد اب ہم اسلام کے اس دور یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا دور (جسکے لئے نبیؐ نے فرمایا تھا کہ میری سنت پر قائم رہنا اور میرے خلفاء کی سنت پر جو ہدایت یافتہ ہونگے) کا جائزہ لیتے ہیں کہ کس طرح خلفاء کی نامزدگی ہوئی، یعنی اسلامی دور حکومت۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مناقبات:

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور ایک مسئلہ دریافت کیا اور کہنے لگی کہ میں بعد میں آؤں اور آپ نہ ملیں تو میں کس کے پاس جاؤں فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔
- مسجد نبوی سے ملحق تمام گھروں کے دروازے بند کرنے کا حکم فرمایا سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں مبعوث فرمایا گیا سب نے جھٹلایا مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی۔
- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے جنت کی بشارت فرمائی۔
- مرض الموت میں چاہا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان فرمادیں لیکن کسی سبب کیوجہ سے اسکو موخر کردیا۔

(بخاری کتاب الانبیاء و کتاب احکام)

- عمر رضی اللہ تعالی نے انکی فضیلت بیان فرمائی کہ یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غار کے ساتھی ہیں۔
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت قریش میں رہے گی۔
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں آپ کے حکم سے صلوۃ کی امامت کرائی۔ (بخاری۔کتاب الانبیاء)

نامزدگی بطور خلیفہ:

عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں "جب اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت پورا کردیا تو انصار بنی ساعدہ کی بیٹھک میں جمع ہوئے میں نے ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا آپ ہمارے ساتھ چلیں پھر ہم سقیفہ میں انصار کے پاس پہنچے۔

(بخاری کتاب المظالم)

"ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی کپڑا اوڑھے بیٹھا ہے میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ سعد بن عبادہ ہیں انہیں بخار ہے۔ ہم تھوڑی دیر بیٹھے تھے کہ ان کے ایک خطیب نے تشہد پڑھا اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی جیسا کہ اسکے لئے ہے پھر کہنے لگے ہم اللہ (کے دین) کے مددگار اور اسلام کی فوج ہیں اے مہاجرین! تم تھوڑی سی جماعت ہو تم میں سے ایک جماعت اپنی قوم سے نکل کر ہم میں آگئی۔ اب تم یہ چاہتے ہو کہ ہمکو کم تر کردو اور خلافت سے محروم کردو۔ جب وہ خاموش ہوا تو میں نے کچھ کہنا چاہا میں نے ایک عمدہ بات اپنے ذہن میں سوچ رکھی تھی اور چاہتا تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے بات شروع کر دوں اور اس تلخی کو دور کردوں جو اس خطیب نے کہی تھی۔ مگر ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ میں نے انکو خفا کرنا مناسب نہ سمجھا سو انہوں نے تقریر شروع کی اور اللہ کی قسم وہ مجھ سے زیادہ عقلمند اور متین تھے۔ اور جو بات میں نے سوچ رکھی تھی ان میں سے کوئی بات انہوں نے نہ چھوڑی اور سب کچھ کہہ دیا۔ بلکہ مجھ سے بہتر کہہ دیا۔ پھر خاموش ہوگئے۔ انہوں نے فرمایا:

اے انصاری بھائیوں! تم نے جو اپنی فضیلت اور بزرگی بیان کی ہے وہ سب درست ہے اور تم بے شک اس کے سزاوار ہو مگر خلافت قریش کے سوا کسی کو نہیں مل سکتی کیونکہ قریش از روائے نسب اور خاندان تمام عرب سے بڑھکر ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ تم ان دو آدمیوں میں سے کسی ایک کی بیعت کرلو پھر میرا اور ابوعبیدہ بن جراع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کا ہاتھ پکڑا۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی بات بھی مجھے اتنی ناپسندیدہ معلوم نہ ہوئی جتنی یہ بات۔ اللہ کی قسم اگر مجھے آگے لاکر میری گردن ماردیں جبکہ میں کسی گناہ میں ملوث نہ بھی ہوں تو یہ بات مجھے اس سے بھی زیادہ ناپسند تھی کہ ان لوگوں کی سرداری کروں جن میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہوں۔ پھر انصار کے ایک مقرر نے تقریر کی اور کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے اس تجویز پر غل مچا اور آوازیں بلند ہوئیں۔ (عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں ڈر گیا کہ امت اختلاف اور انتشار کا شکار نہ ہو جائے۔ سو میں نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اپنا ہاتھ باہر نکالیں انہوں نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے بیعت کی۔ مہاجرین نے بیعت کی۔ پھر انصار نے بیعت کی۔"

(بخاری۔ کتاب المحاربین)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے دن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی میں فرمایا:

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو غار میں دوسرے ساتھی تھے وہ مسلمین میں سے تمہارے امور کے مالک ہونے کے زیادہ مستحق ہیں اس لئے اٹھو اور انکی بیعت کرلو۔ سقیفہ بنو ساعدہ میں ایک جماعت پہلے ہی انکی بیعت کرچکی ہے اور بیعت عام منبر پر ہوئی۔"

(بخاری۔ کتاب الاحکام)

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ

مناقبات:

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو دوست رکھتا ہوں۔
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری امت میں فرشتے کسی پر اترتے (ان سے باتیں کرتے) تو وہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ ہوتے۔
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ تعالی عنہ کیلئے دین میں بہت آگے بڑھا ہوا بیان فرمایا۔
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کی بشارت دی۔ ایک موقع پر جنت میں انکے محل کا بیان فرمایا۔
- اسلم رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا میں نے کبھی کسی کو عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے زیادہ صالح اور سخی نہیں دیکھا۔

جیسا کہ بخاری کی اوپر بیان کردہ حدیث میں واضح ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ تو پہلے خلیفہ ہی کیلئے عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو نامزد فرما رہے تھے لیکن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے انکے ہاتھ پر بیعت فرما کر انکو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی زندگی ہی میں عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد فرما دیا تھا۔

عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ

مناقبات:

- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو جنت کی بشارت فرمائی۔
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چاہ رومہ (کنواں) کھدوایا اس کے لئے جنت ہے اور یہ کام عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا۔
- بہت زیادہ حیادار تھے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکی آمد پر گھٹنے تک آزار میں چھپالیا کرتے تھے۔
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جبکہ آپ بطور قاصد مکہ بھیجے گئے تھے بیعت لی اور بیعت کے وقت اپنے سیدھے ہاتھ کو اٹھا کر کہا یہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کا ہاتھ ہے پھر اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر کہا یہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی بیعت ہے۔ (بخاری۔کتاب الانبیاء)
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح آپ سے کیا۔

عمرو بن میمون رضی اللہ تعالی عنہ،عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زخمی ہونے کے موقع کا بیان فرماتے ہیں:

"............جب مردوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو وہ عورتیں مکان میں چلی گئیں پھر ہم نے انکے رونے کی آواز سنی لوگوں نے عرض کیا امیر المومنین کچھ وصیت فرمایئے اور کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا میرے نزدیک خلافت کا مستحق ان افراد سے زیادہ کوئی نہیں ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت راضی تھے۔ پھر آپ نے علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ کا نام لیا اور فرمایا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ تمہارے پاس حاضر رہینگے لیکن خلافت میں انکا کوئی حصہ نہیں۔ اگر سعد رضی اللہ تعالی عنہ کیلئے ایسا ہو جائے تو وہ اسکے اہل ہیں ورنہ جو شخص بھی خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے امور خلافت میں مدد لے............" (بخاری)

"عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دفن کئے جانے کے بعد وہ لوگ جو عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی نظر میں خلافت کے مستحق تھے جمع ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ اس معاملے کو صرف تین اشخاص پر چھوڑ دو۔ زبیر بن عوام رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ میں نے اپنا حق علی رضی اللہ تعالی عنہ کے سپرد کیا اور طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ میں نے اپنا حق عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو دیا اور سعد رضی اللہ تعالی عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنا حق دے دیا۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ آپ دونوں میں سے جو شخص اس سے برات کا اظہار کریگا ہم خلافت اسی کو دینگے اور اس پر اللہ اور اسلام کے حقوق کی نگہداشت لازم ہوگی۔ ہر ایک کو غور کرنا چاہیے کہ انکے خیال میں کون شخص افضل ہے اسی کو خلیفہ کر دے۔ اس پر

دونوں خاموش رہے۔ جب وہ چپ رہے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ کیا تم میرے حوالے کرتے ہو پھر انہوں نے دونوں میں سے ایک ہاتھ پکڑا (یعنی علی رضی اللہ تعالی عنہ کا) اور کہا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور اسلام میں قدامت حاصل ہے جو تمکو معلوم ہے۔ اللہ کے واسطے تم پر لازم ہے کہ اگر تمکو خلیفہ بناؤں تو تم عدل و انصاف کرنا اور اگر عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو خلیفہ بناؤں تو تم انکی بات سننا اور اطاعت کرنا۔ پھر دوسرے کا پکڑا اور اسی طرح کہا چنانچہ انہوں نے دونوں سے عہد لیا پھر کہا عثمان اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے پھر علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے بیعت کی پھر تمام شہر والوں نے ان سے بیعت کی۔" (بخاری۔ کتاب الانبیاء)

اس روایت میں بیعت کرنے کا بیان ہے لیکن ایک دوسری روایت میں عبدالرحمٰن بن مخرمہ رضی اللہ تعالی عنہ اسکی تفصیل بیان کرتے ہیں:

"...... جب یہ معاملہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ پر چھوڑ دیا گیا تو لوگ انہی کے پیچھے لگے ہوئے تھے یہاں تک کہ ان بقیہ افراد کے پاس کوئی نہیں جاتا۔ لوگ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ سے راتوں کو مشورہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ رات آگئی جب ہم نے عثمان رضی اللہ تعالی عنہ سے بیعت کی تھی۔ رات گزرنے پر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا میری آنکھ کھل گئی انہوں نے کہا میں تمکو سوتا دیکھتا ہوں حالانکہ اللہ کی قسم ان راتوں میں میری آنکھ بھی نہ لگی۔ تم چلو اور زبیر اور سعد رضی اللہ تعالی عنہ کو میرے پاس لاؤ۔ ان دونوں کو بلایا اور مشورہ کیا پھر مجھے بلایا اور کہا علی رضی اللہ تعالی عنہ کو بلاؤ۔ چنانچہ انکو بلایا گیا پھر ان سے رات گئے تک سرگوشی کی پھر جب علی رضی اللہ تعالی عنہ وہاں سے اٹھے تو ان کے دل میں خواہش تھی اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ کو انکی خلافت سے اختلاف امت کا خدشہ تھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو بلاؤ، تو ان سے سرگوشی کی یہاں تک کہ فجر کی اذان نے انکو جدا کیا۔ پھر جب صلوٰۃ پڑھ چکے تو یہ لوگ منبر پر جمع ہوئے تو مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ موجود تھے اور سرداران لشکر کو بلایا یہ سب لوگ اس حج میں عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ شریک ہوئے تھے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے خطبہ پڑھا اور پھر کہا: امابعد علی! میں نے لوگوں کی حالت پر نظر کی تو وہ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے اس لئے تم اپنے دل میں میری طرف سے کوئی خیال نہ کرنا تو علی رضی اللہ تعالی عنہ نے (عثمان رضی اللہ تعالی عنہ) سے کہا کہ میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے بعد دونوں خلیفہ کی سنت پر تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے بیعت کی اور تمام انصار و مہاجرین اور سرداران لشکر اور مسلمین نے بیعت کی۔" (بخاری۔ کتاب الاحکام)

علی رضی اللہ تعالی عنہ

مناقبات:

- علی رضی اللہ تعالی عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح کیا۔
- فرمایا علی رضی اللہ تعالی عنہ کی مثال ایسی ہے جیسی ہارون علیہ اسلام کا موسی علیہ اسلام سے تعلق تھا۔
- خیبر کی فتح علی رضی اللہ تعالی عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔

علی رضی اللہ تعالی عنہ کو چوتھا خلیفہ کہا جاتا ہے لیکن صحیح کتب حدیث میں علی رضی اللہ تعالی عنہ کی بحیثیت خلیفہ نامزدگی کی کوئی روایت نہیں ملتی۔

(نوٹ۔ ہم نے صرف بخاری و مستند احادیث سے ان تمام معاملات کو پیش کیا ہے لیکن لوگوں نے ان معاملات کو کم تر درجہ رکھنے والی کتب حدیث اور کثرت سے تاریخ کی کتب کے حوالے سے پیش کیا اور ان معاملات کو نہ جانے کیا کیا قرار دیا اور بخاری جو کہ احادیث کی سب سے معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے اسکے بیان کردہ طریقہ سے اکثر انحراف کیا۔)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی صحابی کیلئے خلافت کا علان نہ فرمایا اور نہ ہی کسی قسم کے چناؤ کا حکم دیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہی مشاورت کا یہ انداز اختیار کیا جسمیں کبار صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے مشورہ دیا۔ تینوں خلفاء کی نامزدگی ہوئی ہے انتخاب نہیں۔ نامزدگی کے ان فیصلوں کی بنیاد اکثریت نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ خلیفہ قریش سے ہوگا۔ اسی طرح ان افراد کی نامزدگی کی بنیاد بھی اکثریت نہیں بلکہ دین میں انکا مقام تھا۔ یقیناً یہی وہ طریقہ کا ہے جسے اسلامی نظام حکومت کہا جاتا ہے۔

اب ہم جمہوری نظام کی بنیاد اور اسکے مروجہ طریقوں کا قرآن وحدیث کے بیان کردہ طریقے سے موازنہ کرتے ہیں۔

اسلامی نظام اور جمہوری نظام کا موازنہ

۱۔عوام کی حاکمیت:

جمہوری نظام حکومت میں اصولی طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اقتدار یا آخری فیصلہ عوام کے پاس ہی ہے یعنی اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل ہے لیکن اسلامی نقطۂ نظر سے اقتدار اعلیٰ نہ عوام کو حاصل ہے نہ سربراہ مملکت کو نہ ہی کسی خاندان یا ادارے کو بلکہ اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے جو کہ ہر چیز کا خالق ہے۔ (رسول اللہ ﷺ کی حکمت انقلاب ۔از سید اسد گیلانی، صفحہ نمبر ۵۵۲)

اقتدار اعلیٰ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پاک ہے وہ (ذات) جسکے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کے جانا ہے''۔ (یٰس:۸۳)

''اسی کا اختیار زمین اور آسمانوں اور زمین پر پھیلا ہوا ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسکے لئے باعث تھکان نہیں'' (الفرقان:۲)

عوام کو جوابدہی:

''اور تمام معاملات کا انجام اللہ کی طرف ہے''۔ (لقمٰن:۲۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو لوگوں پر حاکم ہونگے تو ان سے انکی رعایا کا حال پوچھا جائیگا''۔ (بخاری و مسلم ۔بحوالہ مشکوٰۃ، باب کتاب الامارۃ)

''سرداری امانت ہے اور بے شک سرداری کیوجہ سے قیامت کے دن رسوائی اور پشیمانی ہوگی سوائے اسی کے کہ جس نے اسکو حق کیساتھ ادا کیا''۔ (مسلم ۔بحوالہ مشکوٰۃ، باب کتاب الامارۃ)

اقتدار کا فیصلہ:

جمہوریت میں انتخاب کے ذریعے ایک معینہ مدت کیلئے کثرت رائے کی بنیاد پر اقتدار کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس میں مذہب اور تقویٰ کی کوئی بنیاد نہیں۔ اسی طرح عورت اور مرد کی بھی کوئی تمیز نہیں۔ اسکے برعکس اسلام میں نامزدگی زندگی بھر کیلئے اور صرف مرد۔ تقویٰ کے معیار کو سامنے رکھتے ہوئے (بخاری کی روایات سے اس بات کی مکمل وضاحت ہوچکی ہے کہ خلفاء کی نامزدگی کی بنیاد انکا تقویٰ اور اسلام میں انکا مقام تھا)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اللہ کے نزدیک تم سے مکرم وہ ہی ہے جو تم سے زیادہ متقی ہو''۔

خلفائے راشدین کی نامزدگی ہوئی انتخاب نہیں۔ جب ایک خلیفہ کی وفات ہوئی ہے تو دوسرا نامزد ہوا ہے۔ پیش کردہ احادیث کا بغور مطالعہ فرمائیں زہد و تقویٰ، اسلام میں پہل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں سے خوش اور جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی وہ نامزد ہوئے۔ نیز حاکم یا خلیفہ عوام کو جوابدہ نہیں بلکہ اس ذمہ داری کو عبادت کا ہی حصہ سمجھتے ہوئے ادا کرتے ہیں کہ اس کا جواب اللہ

ٹھہرالیا ہے۔ جن کے سکھائے ہوئے افکار وعقائد ونظریات اور فلسفوں پر لوگ ایمان لاتے ہیں۔ جن کی دی ہوئی قدروں کو مانتے ہیں جن کے پیش کئے ہوئے اخلاقی اصولوں اور تہذیب وثقافت کے معیاروں کو قبول کرتے ہیں۔ جن کے مقرر کئے ہوئے قوانین اور طریقوں اور ضابطوں کو اپنے مذہبی مراسم عبودیت میں، اپنی شخصی زندگی میں، اپنی معاشرت میں، اپنے تمدن میں، اپنے کاروبار اور لین دین میں، اپنی عدالتوں میں اپنی سیاست اور حکومت میں اس طرح اختیار کرتے ہیں کہ گویا یہی وہ شریعت ہے جسکی پیروی انکو کرنی چاہیئے۔ یہ ایک پورا کا پورا دین ہے جو اللہ رب العالمین کی تشریح کے خلاف، اور اسکے اذن (Sanction) کے بغیر ایجاد کرنے والوں نے ایجاد کیا ہے اور ماننے والوں نے مان لیا ہے۔ یہ ویسا ہی شرک ہے جیسا غیر اللہ کو سجدہ کرنا اور غیر اللہ سے دعائیں مانگنا شرک ہے۔" (تفہیم القرآن ۔ جلد ۴ ۔ صفحہ ۴۹۹)

قرآن اور حدیث کے حوالے سے پیش کی جانے والی اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ "جمہوری نظام" "اسلامی شریعت" کا کفر، ایک طاغوتی اور مشرکانہ نظام ہے اسکو اپنانے کا مومن ومسلم تصور بھی نہیں کرسکتا، کیونکہ اسکا انجام جہنم کی ہولناک آگ ہے۔

تعالیٰ کو دینا ہے۔

قرآن و احادیث کے بیان اور جمہوری اصولوں کے اس تقابل سے واضح ہوا کہ دین جمہوریت کی پہلی ہی بنیاد شریعت اسلامی سے کسقدر متصادم ہے۔ ہم نے صرف بات کو واضح کرنے کیلئے فی الوقت چند آیات و احادیث حوالے کے طور پر پیش کی ہیں ورنہ جمہوریت کی بنیاد ہی لاتعداد آیات و احادیث کے انکار پر مبنی ہے۔

۲۔ عوام کو ذریعے

خلفائے راشدین کی نامزدگی میں کسی طور پر بھی عوام کی رائے لینے کا کوئی عندیہ نہیں ملتا۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے موقع پر جو صحابہ ؓ اس وقت موجود تھے انھوں نے صرف عمر رضی اللہ عنہ کے بیعت کرنے پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور دوسرے دن دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین یا بعد میں اسلام لانے والوں نے۔ اس پورے عمل میں دوسری جگھوں پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین (جو گورنر بنا کر دوسرے مقامات پر بھیجے گئے تھے) سے نہ کوئی مشورہ کیا گیا اور نہ ہی ازواج مطہرات (جو امت کی مائیں ہیں) اس عمل میں شامل کی گئیں۔

عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے موقع پر نہ کوئی انتخابی معرکہ برپا ہوا اور نہ ہی ازواج مطہرات و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین سے مشورہ کیا گیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صرف چند کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا حالانکہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اسوقت مسلمین کی تعداد لگ بھگ ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔

اسکے برعکس جمہوریت میں ایک انتخابی پروگرام پر عمل کیا جاتا ہے۔ عوام اپنے حلقوں سے بلدیاتی، صوبائی اور قومی اسمبلی کے ممبر منتخب کرتے ہیں۔ کہیں صدر کا انتخاب بھی عوام کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ پھر یہ ممبران صوبائی وزیر اعلیٰ، وزیر اعظم اور صدر کا انتخاب کرتے ہیں۔ فی کس ایک ووٹ ہوتا ہے جسکو لوگ گواہی سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان انتخابات کی بنیاد ''اکثریت کا فیصلہ'' ہوا کرتی ہے۔

ا۔ ووٹنگ :

مرد اور عورت کا فرق :

(الف) جمہوریت میں مرد اور عورت کا ایک ایک ووٹ ہوتا ہے یعنی یکساں گواہی۔

اسلام میں قانون شہادت کی نوعیت کے اعتبار سے گواہوں کی تعداد میں فرق ہے مثلاً زنا ءکیلئے چار مرد گواہ ہونگے (نور: ۱۳، نساء: ۱۵) قصاص قتل اور فوجداری کے مقدمات میں دو مرد گواہ ہونگے (بخاری۔ کتاب الدیات) کیونکہ ایسے موقعوں پر عورت کی گواہی قبول نہیں کی جاتی، جہاں مرد اور عورت کی گواہی قبول کی جاتی ہے وہاں عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف قرار دی گئی ہے (بخاری۔ کتاب الشھادت)۔ ایسے معاملات جنکی اطلاع مردوں کیلئے ممکن نہیں وہاں صرف عورتوں کی گواہی قبول کی جاتی ہے مثلاً رضاعت میں صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہوتی ہے۔

واضح ہوا کہ مرد اور عورت کی یکساں گواہی یعنی ووٹ اسلامی شریعت کے بالکل خلاف ہے۔

(ب) علماء اور جہلا کی یکسانیت:

جمہوریت میں ہر بالغ مرد اور عورت کا یکساں ووٹ ہے اور اسی طرح اسمبلیوں میں۔ اس بات کی کوئی تمیز نہیں کہ کوئی عالم ہے یا جاہل لیکن قرآن میں کیا بیان کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

''اے نبی کہو (یعنی ان سے پوچھو) کیا جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں''۔ (زمر: ۹)

اسلام کی نظر میں علماء کا مقام بہت بلند ہوتا ہے۔ ایک عالم کتاب و سنت کا جاننے والا ہوتا ہے۔ اس علم کو اپنے جسم اور اپنے گھر پر نافذ کرتا ہے۔ دنیا والوں کو اسکی تبلیغ کرتا ہے قرآن و حدیث کے اس علم کی وجہ سے وہ اللہ سے بہت ڈرنے والا ہوتا ہے (فاطر: ۲۸) کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسکا کتاب و سنت پر واجبی سا ایمان ہو نہ صلوٰۃ و صوم کی اہمیت نہ دوسرے اعمال صالحہ کی طرف لگاؤ دونوں کے شعور میں کسقدر فرق ہوتا ہے۔ کیا ان دونوں کے فیصلے یکساں ہونگے۔ عالم اس امانت کو کسی متقی پرہیزگار شخص کے سپرد کریگا اور جاہل کسی ایکٹر، فنکار یا کسی قبر کے متولی کے سپرد کردیگا۔ اسکی نگاہ میں ایمان والے اور وہ شرک کرنے والے کا کیا فرق ہوگا، وہ تو اللہ پر توکل کرنے والے کو اسی شخص کی طرح سمجھے گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے انکار میں تعویذ پر ایمان رکھتا ہو، وہ تو اس شخص کو بھی ووٹ دے دیگا جو کتاب اللہ کے حکم کا انکار کرتے ہوئے قرآن کو ذریعہ معاش بنایا ہوا ہو، جو صلوٰۃ کی امامت اور اذان دینے کی تنخواہ لیتا ہو!

اسلام شریعت میں بیان کردہ اس فرق کی جمہوریت میں کوئی حیثیت نہیں بلکہ دونوں یکساں تصور کئے جاتے ہیں۔

(ت) صالح اور فاسق و فاجر کا فرق:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

☆ ''بھلا جو شخص مومن ہو اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو فاسق ہو؟ دونوں برابر نہیں ہو سکتے''۔ (السجدۃ: ۱۸)

☆ ''کیا جو لوگ برا کام کرتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انکو ان لوگوں کی طرح کردینگے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں۔ انکی زندگی اور موت یکساں ہوگی؟ برا فیصلہ ہے جو یہ کرتے ہیں''۔ (الجاثیۃ: ۲۱)

☆ ''اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں۔ اور نہ ایمان لانے والے نیکوکار اور بدکار برابر ہیں''۔ (المومن: ۵۸)

اب جمہوری اصولوں کے مطابق تو اگر دو صالح ترین افراد ملک کے ایک نامور عالم کو ووٹ دیں اور تین ناچنے گانے والی عورتیں کسی رقاصہ کو ووٹ دیں تو وہ رقاصہ کامیاب قرار دی جائیگی۔

ملاحظہ فرمایا کیسا تضاد ہے مالک کائنات کے وضع کردہ نظام اور اس جمہوری نظام میں۔ یہ نظام لوگوں کے سروں کو گنتا ہے ان کے ایمان، علمی حیثیت اور مقام کو نہیں تولتا۔

(ث) مومن و کافر کا فرق:

اس سلسلے میں قرآنی آیات اور احادیث پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی کیونکہ اس بارے میں کسی کے دل میں بھی

کوئی شک نہیں کہ ایک کافر کسی طرح بھی کسی مومن کے برابر ہو سکتا ہے۔

ایک جس نے اس ماتھے کو اللہ کے سامنے جھکا دیا اور دوسرا جو بت کو سجدہ کرے، صلیب کے پجاری ہو یا آگ کی پوجا کرنے والا ہو دنیا اور آخرت دونوں مقام پر ہرگز یکساں نہیں۔ایک اللہ کو یکتا اور یگانہ مانتا ہو اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ٹکڑے کرنے والا، عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دینے والا، عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ماننے والا، فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دینے والا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی ذات کا ٹکڑا یعنی نورٌ من نور اللہ کا عقیدہ رکھنے والا ہو۔کیا اللہ کی نگاہ میں مومن و مشرک ایک ہیں؟ کیا ان کا مرنا اور جینا، آخرت میں انکا ایک ہی مقام ہے؟

مگر اسی جمہوری نظام میں دونوں یکساں ہیں۔اس ملک میں جو اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا ہے یہاں بھی اسکی کوئی تمیز نہیں۔ہر چند کہ حلقہ جاتی طور پر جداگانہ انتخاب ہوتا ہے لیکن اسمبلی میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ایک کافر ممبر کا ووٹ ایک مسلم ممبر کے ووٹ کے برابر ہوتا ہے۔ایک قادیانی ممبر اسمبلی کا ووٹ ایک مسلم کہلانے والے ممبر اسمبلی سے کسی طرح بھی کم نہیں۔

آج سے چند سال قبل بے نظیر صاحبہ کی حکومت کے موقع پر انکے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کی گئی۔مسلم ووٹ دونوں طرف تقریباً یکساں تھے۔اسوقت اقلیتی ممبران اسمبلی نے محترمہ کا ساتھ دیا اور ان کافر ووٹوں کی وجہ سے انکی حکومت برقرار رہی۔گائے کا پیشاب پینے والوں اور رام کی پوجا کرنے والوں نے اسلامی ملک کی حکومت کا فیصلہ کیا۔

فاعتبروا یا اولی ابصار ''عبرت پکڑو! اے آنکھیں رکھنے والو''

ہمارے نزدیک تو ایک ہزار ابو جہل ایک عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں ہو سکتے مگر جو جمہوریت ہم نے اپنائی ہوئی ہے وہ ان دونوں کو برابر تصور کرتی ہے۔

۲۔اکثریت کا فیصلہ :

جمہوری نظام کا ایک نمایاں اصول یہ ہے کہ اسمیں ہر معاملے میں فیصلے اکثریت کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔یعنی حق و باطل کا فیصلہ بھی اکثریت کی بنیاد پر ہوگا۔لیکن اسلامی شریعت میں اکثریت ہرگز معیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اگر تم نے زمین میں بسنے والی اکثریت کی بات مانی تو یہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دینگے''۔ (انعام:۱۱۶)

قرآن کریم کی تقریباً ۱۹۱ آیات میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی اکثریت کو ظالم، فاسق، جاہل کافر و مشرک قرار دیا ہے۔یقیناً ان کے فیصلے بھی اسی طرح کے ہونگے اگر اکثریت کے ان فیصلوں کو قبول کرلیا جائے تو باطل ہی ہمیشہ حق پر غالب رہیگا۔

اسلام میں فیصلوں کی بنیاد اکثریت نہیں بلکہ دلیل ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہو۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقع پر ایک جگہ خیمہ زن ہونیکا فیصلہ کرلیا۔ایک صحابی نے پوچھا کہ کیا یہ فیصلہ وحی کی بناء پر کیا گیا ہے، جواب ملا کہ یہ میرا ذاتی فیصلہ ہے

توانھوں نے کہا کہ یہ جگہ غیر موزوں ہے فلاں جگہ لے جائیں تا کہ مسلم آسانی سے پانی حاصل کر سکیں ۔ اسکیلیے اسی صحابی کا مشورہ قبول کرلیا گیا ۔پتہ چلا کہ فیصلے کی بنیاد صرف اور صرف اللہ کی طرف سے نازل کردہ احکام ہیں لیکن اس بارے میں کوئی حکم نہ ہوتو فیصلہ دلیل کی بنیاد پر ہوگا۔

اس سے قبل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نامزدگی خلافت کا واقعہ بیان کیا گیا ۔انصار ایک بڑی تعداد میں ہیں اور مہاجر بہت قلیل تعداد میں لیکن مہاجرین میں سے ایک شخص خلیفہ نامزد کیا گیا۔اس نامزدگی کی صرف ایک بنیاد تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خلیفہ قریش سے ہوگا۔اس بنیاد کے سامنے اکثریت فیل ہوگئی !قرآن وسنت کے حوالے سے اگر اکثریت بھی کسی چیز کا مطالبہ کرے تو وہ قبول کی جائیگی لیکن اس کی بنیاد قرآن وحدیث سے دلیل ہوگی۔

۳۔عورت کی سربراہی:

جمہوری نظام کے تحت ایک عورت حکمران بھی بن سکتی ہے یا اسی طرح کے کسی بڑے عہدے پر فائز ہوسکتی ہے۔جبکہ اسلامی شریعت میں یہ تصور ناپید ہی نہیں بلکہ منع ہے۔سورۃ نساء میں فرمایا گیا:

"مرد عورتوں پر قوام ہیں" (النساء:۳۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اطلاع پہنچی کہ ایران والوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمران بنالیا ہے تو فرمایا:

"وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنے امور عورت کے سپرد کردیئے ہوں" (بخاری۔کتاب المغازی)

"جب حکومت کے کام عورتوں کے سپرد کردیئے جائیں تو پھر تمہاری موت تمہاری زندگی سے بہتر ہے"۔

(ترمذی۔بحوالہ مشکوۃ۔باب تغیر الناس)

حقیقت بھی یہی ہے کہ اسلام میں عورتوں کا مقام انکا گھر،شوہروں کے مالوں کی امین،اولادوں کی اسلامی طرز پر پرورش کرنا ہے۔قرآن میں انکو حکم دیا گیا ہے کہ:"اور وہ اپنے گھروں میں ٹکی رہیں اور زمانہ جاہلیت کی طرح گھومتی نہ پھریں"۔ (احزاب:۳۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم،صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنھم،تابعین وتبع تابعین کے ادوار میں کہیں بھی ایسا کوئی معاملہ نہیں ملتا کہ عورتوں کو مظاہروں،احتجاجوں یا دیگر سیاسی امور میں استعمال کیا گیا ہو۔البتہ جب کفار سے لڑائی ہوئی ہے تو زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے انکو استعمال کیا گیا۔آج اس سلسلے میں تاریخ کی باتیں پیش کی جاتی ہیں کہ کس کس دور میں عورتوں نے کیا امور انجام دیئے۔حیرت کی بات ہے،کیا تاریخ میں بیان کی گئی یہ باتیں دین کا حصہ بن سکتی ہیں؟

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اس بارے میں فرماتے ہیں:

"مذکورہ بالا نصوص شرعیہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مملکت میں ذمہ داری کے مناصب خواہ وہ صدارت ہو یا وزارت یا مجلس شوریٰ کی رکنیت وغیرہ عورتوں کے سپرد کئے نہیں جاسکتے ہیں"۔ (اسلامی ریاست)

''اسلام میں اگر جنگ کے موقع پر عورتوں سے مرہم پٹی کا کام لیا گیا تو اسکے یہ معنی نہیں کہ امن کی حالت میں عورتوں کو دفتروں اور کارخانوں اور کلبوں اور پارلیمنٹوں میں لا کھڑا کیا جائے مردوں کے دائرۂ عمل میں آکر عورتیں کبھی مردوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہوسکتیں اسلئے کہ وہ ان کاموں کے لئے بنائی ہی نہیں گئیں ہیں۔'' (رسائل و مسائل۔حصہ چہارم)

لبرل ازم کی طرف مائل جماعتوں کے لئے تو قرآن و حدیث کے اس واضح حکم کی تو شاید کوئی اہمیت نہ ہو لیکن بات انکی کریں جو ''نظام مصطفٰے'' کا نعرہ لگاتے ہیں، وہ کہ جنہوں نے دیواریں یہ لکھ لکھ کالی کر دی ہیں کہ ''قرآن لے کر اٹھو اور ساری دنیا پر چھا جاؤ'' آج اسلامی نظام کی ان دعویداروں کی خواتین سیاست میں مکمل حصہ لیتی ہیں۔ جلوسوں میں جانا، جلسوں میں شرکت، ووٹ ڈالنا، بلدیہ، صوبائی و قومی اسمبلی کی ممبر شپ کے لئے الیکشن لڑنا ان کے نزدیک جہاد فی سبیل للہ ہے۔ اس جمہوریت کے تحت انکو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے اور رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ ایسے حالات میں تمہاری موت تمہاری زندگی سے بہتر ہے، تو شاید ان لوگوں کے نزدیک یہ محض ۱۵۰۰ سال قبل کہی ہوئی ایک بات ہے۔ (اعیاذ باللہ)

کچھ عرصہ قبل اسلام کے نام پر بنی ہوئی ایک سیاسی جماعت کے سالانہ اجتماع کے موقع پر جب ایک خاتون بغیر کسی محرم کے عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ ٹرین میں اس پروگرام میں شرکت کے لئے جا رہی تھیں تو ایک خاتون نے انکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سُنایا کہ ''ایک عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ بغیر محرم کے ایک رات اور ایک دن کا سفر کرے'' تو انھوں نے جواب دیا کہ ''آپ نے فروعی مسئلے اُٹھانا شروع کر دیئے''۔ جن لوگوں کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان فروعی چیز ہے تو پھر کونسا اسلام باقی رہ جاتا ہے جس کے لئے یہ تگ و دو کر رہے ہیں؟ قرآن و حدیث کی رو سے عورتوں کا سیاست میں حصہ لینا اسلام میں جائز نہیں بلکہ اسکا کفر ہے۔

۴۔ کثیر الجماعتی نظام:

عموماً ایک جمہوری ریاست میں دو یا دو سے زائد سیاسی جماعتیں ہوتی ہیں۔ ہر جماعت عوام کے سامنے علیحدہ منشور پیش کرتی ہے۔ اسکے برعکس اسلام مسلمین کو صرف ایک جماعت بتاتا ہے۔ قرآن میں انسانیت کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی مسلم و کافر، ملاحظہ فرمایئے:

☆ ''وہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر کوئی کافر ہے اور کوئی مسلم''۔ (التغابن:۲)

☆ ''تمہاری امت بس ایک امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس میری عبادت کرو''۔ (انبیاء:۹۲)

☆ ''ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم کو موت نہ آئے کہ تم مسلم ہو اور تم سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور متفرق نہ ہو جاؤ۔'' (آل عمران:۱۰۲۔۱۰۳)

طوالت کی وجہ سے مزید آیات و احادیث پیش نہیں کی جا رہیں ورنہ حقیقت میں امت مسلمہ کی تقسیم کتاب اللہ کا شدید انکار

ہے۔ یہ امت پہلے ہی مسلک کی بنیاد پر تقسیم کی جا چکی ہے مزید یہ کہ سیاسی جماعتوں کے وجود نے اسکو مکمل طور پر پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ملک کے حالات گواہ ہیں کہ کس طرح اس مذہبی اور سیاسی تعصب نے بربادی پھیلائی ہے، کتنے ہی لوگ قتل، کتنی ہی عورتیں بیوہ، کتنے ہی بچے یتیم، کتنی ہی املاک تباہ اور ملک معاشرتی، تمدنی اور معاشی طور پر بدحال ہو گیا ہے۔

ایک پارٹی الیکشن ہارتی ہے تو فوراً ہی دھاندلی کا الزام عائد کر دیا جاتا ہے اور پھر مظاہرہ و ہڑتال کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جیتنے والی پارٹی اچھے سے اچھا کام بھی کر دے لیکن اس پر لعنت ہی کی جاتی ہے۔ دراصل یہ سب عذاب اللہ کی نازل کردہ شریعت کا انکار کرنے کی وجہ سے ہے۔ اسلامی شریعت میں صرف ایک اجتماعیت ہے نہ حزبِ اقتدار نہ حزبِ اختلاف۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عنقریب طرح طرح کے شر اور فسادات رونما ہوں گے پس جو شخص اس امت اور اتحاد و ارتباط میں تفریق پیدا کرے اور مجتمع امت کے اجتماع کو توڑے تو اسکی گردن اُڑا دو، چاہے کوئی بھی ہو"۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب الامارۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"اگر تم (تفرقہ، فتنہ، فساد کا دور پاؤ تو) ان فرقوں سے علیحدہ رہنا خواہ تم کو درخت کی جڑیں چبانی پڑیں یہاں تک کہ اسی حالت میں تم کو موت آ جائے"۔ (بخاری۔ کتاب الفتن)

حکم صرف یہ ہے کہ مسلمین کی جماعت اور اسکے امیر سے وابستگی رکھی جائے (ایضاً)۔ یعنی ایسی جماعت کہ جس کی پہچان "مسلم" کے علاوہ کچھ اور نہ ہو۔ جو مکمل طور ہر قسم کی فرقہ پرستی سے دور صرف قرآن و حدیث کے متبع ہوں۔ اب جو قرآن اور احادیث پر ایمان کا دعویدار ہو گا کیا وہ اس فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اس قسم کی جماعتوں اور فرقوں سے تعلق رکھ سکے گا یا اس طرح کے طاغوتی نظام کا حصہ بن سکے گا، جس نے اس امت کو تقسیم کر دیا ہو؟ اگر پھر بھی کوئی اسکو صحیح سمجھے اور اس دین کا آلہ کار بنا رہے تو وہ بیان کردہ حدیث کی روشنی میں اپنا ایمان پہچان لے کہ وہ کس کا فرمانبردار ہے۔

۵۔ حکومت اور منصب کی خواہش:

جمہوری نظام میں سیاسی جماعتیں و سیاسی لیڈر حکومت حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اس بناء پر وہ الیکشن میں حصہ لیتے ہیں۔ اپنے جلسے جلوسوں میں عوام سے ووٹ کا سوال کرتے ہیں اور اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ پورے ملک میں واحد انکی پارٹی سچے لوگوں پر مشتمل ہے اور باقی سب دھوکہ۔ صرف وہ ہی حکومت چلانے کے اہل ہیں باقی سب نااہل۔ یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ الیکشن جیت کر حکومت یا کوئی منصب حاصل کر سکیں۔ لیکن اسلام میں اسکو منع فرمایا گیا ہے کہ کوئی حکومت یا منصب کی خواہش کرے بلکہ ایسی خواہش رکھنے والے افراد کو منصب یا حکومت دینا بھی جائز نہیں۔ (بخاری و مسلم۔ بحوالہ مشکوٰۃ۔ باب الامارۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''امارت یا حکومت کی خواہش نہ کرو اس لئے کہ اگر مانگنے سے تمہیں حکومت ملی تو حکومت کے حوالے کردیا جائیگا اور اگر بے مانگے ملی تو اللہ کی جانب سے تیری مدد کی جائیگی۔'' (بخاری۔کتاب الاحکام)

''ہم اسکو حاکم نہیں بناتے جو اسکی درخواست کرے یا اسکا حریص ہو''۔ (ایضاً)

آج لوگوں نے اس طریقے کو اختیار کیا ہوا ہے، اپنے کاغذات نامزدگی جمع کراتے ہیں کہ ہم حکومت کے حریص ہیں، ہم اپنے آپکو لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں تا کہ لوگ ہم کو منتخب کرکے اسمبلیوں میں بھیج دیں۔ یہ سراسر شریعت اسلامی کا انکار ہے۔وہ لوگ جو (اس طاغوتی نظام کے تحت) کاغذات نامزدگی میں انکو نامزد کرتے ہیں اور اسکو عین اسلام کا حصہ قرار دیتے ہیں اور پھر جو لوگ ان کو ووٹ دیتے ہیں ان احادیث کے حوالے سے اپنا مقام پہچان لیں۔کہا جاتا ہے کہ خلفاء راشدین بھی تو نامزد کئے گئے تھے۔عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نامزد کیا اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا اور انکی تائید صحابہ رضی اللہ تعالی اجمعین نے کی تھی۔استغفر اللہ! کہاں اسلامی شریعت اور کہاں یہ طاغوتی نظام؟

خلفائے راشدین کی نامزدگی کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ایک صحابیؓ نے ایک کو نامزد کیا ہے اور دوسرے نے کسی اور کو، اور اب ان دونوں کے درمیان انتخاب ہوگا، الیکشن مہم چلے گی، جلوس نکالے جائیں گے، نعرے لگیں گے، بڑی بڑی تصویریں لگائی جائیں گی، میلے اور ٹھیلے ہونگے، آج عورتوں کا جلوس ہے کل بچوں کا جلوس ہے۔استغفر للہ۔انکی نامزدگی کا مطلب یہ تھا کہ اب یہ مسلمین کے امور کے نگہبان ہیں اور صحابہ رضی اللہ اجمعین نے فیصلہ کی تائید بیعت کرکے کی تھی کہ ہم نے آپ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ تسلیم کر لیا۔صحابہ کی یہ بیعت ''بیعت اطاعت'' تھی۔

دراصل شیطان طاغوتی امور و طریقہ کار سجا سجا کر انسانوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور وسوسوں کے ذریعے انکو مطمئن کردیتا ہے کہ تمہارا یہ عمل عین شریعت کے مطابق ہے۔

۶۔سیکولرازم:

''یہ جمہوریت کا ایک نمایاں اصول ہے یعنی مذہب اور سیاست کی علیحدگی۔اس اصول کے تحت ریاست کا کوئی سرکاری مذہب نہیں ہوتا۔البتہ شہریوں کو اپنی انفرادی زندگی گزارنے میں مذہبی آزادی ہوتی ہے۔مگر اجتماعی، تمدنی اور سیاسی معاملات میں مذہب کو داخل نہیں کیا جاتا آج دنیا کی تقریباً تمام جمہوریتوں نے سیکولرازم کو اپنے دستور اساس میں شامل کرلیا ہے۔''

(اسلامی ریاست از گوہر الرحمٰن، صفحہ ۸)

جمہوریت کے اس تصور کے برعکس اسلام میں مذہب و سیاست علیحدہ نہیں بلکہ حکومتوں کے قیام کا مقصد شریعت کا نفاذ ہی ہے۔گویا اسلامی حکومت مسلمین کی اس جماعت کا نام ہے جو استحقاق کی بنا پر اسلامی احکام کو بزور قوت نافذ کرسکے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انکو زمین میں تمکّن عطا فرمائیں تو وہ صلوٰۃ قائم کریں اور زکوۃ دیں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کرینگے"۔ (الحج:۴۱)

بظاہر تو ہم اپنے آپ کو سیکولر نہیں کہتے لیکن ہم نے اپنے ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" رکھا ہوا ہے۔

اب ذرا اسکی ترکیب پر غور فرمایئے:

اسلامی	جمہوریہ پاکستان
۱	۲

۱ = اسلام: اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات پر مبنی دین۔ (جس کا انجام اللہ کی محبت)

۲ = جمہوریت، یہود و نصاریٰ کا بنایا ہوا نظام۔ (جس کا انجام اللہ کا غضب)

ہم نے اللہ کے دین اور اسکی لعنت ذدہ قوموں کے دین کو یکجا کر دیا۔ اسلام کو اپنانا اللہ کے حکم کی اتباع اور جمہوریت کو اپنانا کافروں کے حکم کی اتباع اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے"۔ (آل عمران: ۱۹)

"اے ایمان والو! پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ"۔ (البقرۃ: ۲۰۸)

"اور جس نے اسلام کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کیا اسکا وہ طریقہ ہرگز قبول نہیں ہوگا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا"۔ (آل عمران: ۸۵)

یعنی ایک ایمان والا اس بات کو سمجھ لے کہ زندگی گذارنے کا صرف ایک ہی طریقہ اللہ کے یہاں قبول ہے اور وہ ہے دین اسلام۔ مزید حکم ہوا کہ تم پورے کے پورے اسمیں داخل ہو جاؤ یعنی تم ہر معاملے میں صرف وہی روش اختیار کرو گے جو اسمیں متعین کر دی گئی ہے۔ اس سے باہر کی کوئی چیز تمہیں کتنی ہی دلفریب کیوں نہ محسوس ہو لیکن تمہیں اسکی اتباع نہیں کرنی، جو اس سے ہٹ کر طریقہ اختیار کرے گا آخرت میں اسکا انجام سوائے خسارے کے اور کچھ نہیں (یعنی وہ واصل جہنم ہوگا)۔

اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

"کیا یہ ایسے اللہ کے شریک رکھتے ہیں جنھوں نے انکے لئے دین کی نوعیت رکھنے والا ایسا طریقہ وضع کر دیا ہو جسکا اذن اللہ نے نہیں دیا"۔ (شوریٰ ۲۱)

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اسکی تشریح فرماتے ہیں:

"اس آیت میں شرکاء سے مراد ظاہر بات ہے کہ وہ لوگ نہیں ہیں جس سے لوگ دعائیں مانگتے ہیں یا جن کی نذر و نیاز چڑھاتے ہیں یا جن کے آگے پوجا پاٹ کے مراسم ادا کرتے ہیں بلکہ لامحالہ ان سے مراد وہ انسان ہیں جن کو لوگوں نے شریک فی الحکم

جمہوری نظام کو اسلامی نظام کے مشابہ قرار دینا

اللہ تعالیٰ کے ان واضح احکامات کے باوجود اپنے آپ کو مسلم کہلوانے والوں کی ایک بڑی تعداد اس طاغوتی نظام اور اس میں ملوث جماعتوں سے چمٹی ہوئی ہے اور وہ اس نظام کی کئی شقوں کو اسلامی نظام سے ہم آہنگ قرار دیتے ہیں، بہتر ہے کہ ان اشکالات کا جواب بھی کتاب اللہ سے ہی دے دیا جائے۔

۱۔ کہا جاتا ہے کہ ووٹ بالکل بیعت کی طرح ہے۔ اور کوئی کہتا ہے اسلام میں ہاتھ کھڑا کر کے ووٹ دیا جاتا تھا۔ اب یہ کام کاغذ کی پرچی سے کیا جاتا ہے۔

وضاحت:

بیعت جو خلفائے راشدین کے ہاتھوں پر کی گئی وہ بیعت ''اطاعت کی بیعت'' تھی انکی نامزدگی کے بعد کی گئی تھی یعنی ان کے خلیفہ بن جانے کے بعد۔ یہ کہنا کہ یہ بیعت انتخاب کے لئے تھی کھلا دھوکہ اور فریب کاری ہے۔

مزید یہ کہنا کہ پہلے ہاتھ اٹھا کر ووٹ دیئے جاتے تھے اب یہی کام کاغذ کی اس پرچی سے لیا جاتا ہے بھی شیطان کا دیا ہوا بہکاوا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا دور ہو یا تابعین و تبع تابعین کا دور کہیں بھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔

۲۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سقیفہ بنو ساعدہ بمعنی اسمبلی تھا اور انصار و مہاجرین دو پارٹیاں تھیں۔

وضاحت:

استغفر اللہ! صحابہ کرامؓ پر یہ الزام کہ وہ اللہ کے حکم کے خلاف پارٹیوں میں بٹے ہوئے تھے؟ یہاں یہ کہنا بالکل مناسب ہوگا کہ خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل ڈالتے ہیں۔ اپنے باطل عمل کو جائز قرار دینے کے لئے کیا کیا نہیں کیا جا رہا۔ صحابہؓ پر بھی الزام لگا ڈالا کہ وہ بھی کتاب اللہ سے ہٹ کر عمل کرنے والے تھے۔ آپکے بقول ایسا تھا تو انصار اکثریت میں اور مہاجرین اقلیت میں تھے، اقلیتی پارٹی کا امیدوار کامیاب ہو گیا؟؟ بقول آپکے سقیفہ بنو ساعدہ اسمبلی ہال تھا تو بیان فرمایئے کہ اس سے پہلے وہاں کتنے اجلاس ہوئے اور بعد میں کتنے؟ اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسوں سے بچا کے رکھے۔

۳۔ عمر رضی اللہ عنہ نے چند افراد کے نام خلیفہ کے لئے تجویز کیے تھے اس بارے میں یوں کہا جاتا ہے کہ یوں پہلے الیکشن پینل کا اعلان ہوا۔

وضاحت:

یہ تمام لوگ اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ اسلام میں انکے مقام کی وجہ سے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکے نام تجویز کیے

اور فرمایا ''ان لوگوں سے بڑھ کر کون اسکا اہل ہوسکتا ہے کہ جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے''۔ بتایئے کونسا الیکشن پینل تھا، کس کس کے نام لوگوں کے سامنے رکھے گئے، کس کس نے کس کس کو کتنے کتنے ووٹ دیئے، کس نے اکثریت بنا پر یہ الیکشن جیتا؟ یہ محض ہمارے دماغوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

۴۔ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اسلام میں بیان کردہ شوریٰ اور جمہوری نظام کی یہ اسمبلیاں یکساں ہیں۔

وضاحت:

۱۔ شوریٰ اللہ کا وضع کردہ طریقہ ہے جبکہ اسمبلیاں یہود و نصاریٰ کا وضع کردہ طریقہ۔

۲۔ شوریٰ میں فیصلوں کی بنیاد صرف اور صرف احکام الٰہی ہوتا ہے جبکہ جمہوری اسمبلیاں صرف اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ کرتی ہیں، حق و ناحق کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔

۳۔ شوریٰ امیر یا خلیفہ کو صرف مشورہ دے سکتی ہے، فیصلہ امیر یا خلیفہ کرتا ہے اسکے مقابلے میں اسمبلیاں فیصلہ کُن حیثیت رکھتی ہیں۔ ۵۰ کے مقابلے میں ۵۱ ووٹ سے جو چیز پاس ہو جائے، صدر، وزیر اعظم اور سارا ملک اسکو ماننے کا پابند ہوتا ہے۔

۴۔ شوریٰ میں نامزدگی کی بنیاد تقویٰ، زھد اور علم ہوتا ہے اور جمہوری اسمبلی اس سے ناآشنا ہوتی ہے۔

۵۔ شوریٰ کے تمام اراکین صرف مسلم ہوتے ہیں جبکہ اسمبلی کے اراکین میں آج مسلم کے علاوہ، ہندو، عیسائی، قادیانی، پارسی و دیگر اقلیتوں کے نمائندے بھی ہوتے ہیں۔

۶۔ اسلامی شریعت میں ایک عورت ہرگز شوریٰ کی رکن نہیں ہو سکتی مگر جمہوریت نے آج کیسا رنگ دکھایا ہے سیکولر تو سیکولر اسلام کی نام لیوا جماعتوں نے بھی آج خواتین کو اسمبلی کا رکن نامزد کیا ہوا ہے اور وہ قرآن و حدیث کے حکم کے خلاف مرد رکن کے ہم پلہ ہوتی ہے۔

۷۔ اسلامی شوریٰ میں فاسق و فاجر کی شمولیت تصور سے باہر ہے مگر جمہوریت کی یہ اسمبلیاں اس پابندی سے ناآشنا ہیں۔

۸۔ شوریٰ میں ایک رکن کی رکنیت کی معیاد مقرر نہیں ہوتی جبکہ اسمبلی کا ممبر ایک معینہ مدت کیلئے منتخب ہوتا ہے۔

۹۔ شوریٰ کے اراکین فی سبیل اللہ اس کارِ خیر میں حصہ لیتے ہیں اور آج تو ممبران اسمبلی ہر چیز کی پائی پائی وصول کر لیتے ہیں۔

۱۰۔ شوریٰ کے تمام افراد ایک جماعت ہوتے ہیں لیکن اسمبلیاں حزب اختلاف و حزب اقتدار میں بٹی ہوتی ہیں۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ سب کچھ جاننے کے بعد کہ جمہوری اصول کسقدر قرآن و حدیث کے انکار پر مبنی ہیں ہم اس میں حصہ لیتے ہیں اور اسلام کی روشنی کو کفر کی تاریکی سے بدل ڈالتے ہیں۔ مالک کائنات فرماتا ہے۔

''جس شخص نے ایمان کو کفر سے بدل ڈالا وہ راہ راست سے بھٹک گیا''۔ (البقرہ:۱۰۸)

''ایمان لانے کے بعد جن لوگوں نے کفر کیا پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے تو انکی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں''۔

(آل عمران:۸۵۔۱۸۳)

جمہوریت ایک طاغوتی نظام ہے

حقیقت تو یہ ہے کہ جولوگ اس نظام سے وابستہ ہیں وہ صرف اور صرف حکومت کے خواہاں ہیں لیکن لوگوں میں اس بات کو پھیلاتے ہیں کہ ہم صرف اسلامی نظام برپا کرنے کے لیے اس میں حصہ لیتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ راستہ صرف اس ملک میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کیلئے اختیار کیا ہے،دراصل یہ سب شیطان کہ کارفرمائی ہے وہ اسلامی انقلاب کے نام پر ہمارے اوپر جمہوری انقلاب مسلط کرگیا اور ہم سمجھ رہے ہیں کہ ہم بالکل صحیح جارہے ہیں ۔

مالک کائنات بیان فرماتا ہے:

"کیا وہ کہ جس کیلئے خوشنما بنادیے گئے اسکے برے اعمال اور وہ اسے اچھا سمجھتا ہے"۔(فاطر:۸)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حرام سے علاج نہ کرو حرام میں شفا نہیں" ۔وہ حرام تو شفا نہیں دے سکتا لیکن یہ حرام اسلامی انقلاب لے آیگا؟؟؟ ہر وہ طریقہ جو کتاب اللہ سے ہٹ کر ہے طاغوت کا طریقہ ہے،اللہ تعالی فرماتا ہے:

"اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا ہے کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو"۔(نحل:۳۶)

"کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا جو دعوی تو کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس چیز پر جو تم پر نازل کی گئی ہے اور تم سے قبل (لیکن) چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت سے کرائیں اور انکو تو حکم دیا گیا تھا کہ اسکا انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انکو بہکا کر راستے سے دور کردے"۔(نساء:۶۰)

"دین میں زبردستی نہیں ہے ہدایت کو صاف طور پر گمراہی سے علیحدہ کردیا گیا ہے ۔پس جس نے طاغوت کا کفر کیا اور ایمان لایا اس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا جو نہ ٹوٹنے والا ہے اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے"۔ (بقرۃ:۲۵۶)

بتایا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اللہ کی بندگی کی طرف دعوت دینا اور طاغوت کا انکار کرنا ہے ۔دوسری آیت میں بتایا گیا کہ انسانوں میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ کے نازل کردہ پر ایمان کے دعویدار ہوتے ہیں لیکن اپنے معاملات میں طاغوت کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالی نے تو مسلمین کو طاغوت کا انکار کرنے کا حکم دیا ہے ۔پھر اگلی آیت میں بتایا گیا کہ جو ایمان کا دعویدار ہے وہ پہلے طاغوت کا انکار کرے پھر ایمان لائے تو اب اس نے اللہ کا سہارا پکڑلیا ۔یعنی یہ ایمان نہیں کہ ایک طرف اللہ کی کتاب پر ایمان کا دعوی ہو اور دوسری طرف ان طواغیت کے بنائے ہوئے اصول اور قوانین بھی انکی زندگی کا حصہ ہوں ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر عیسائی ہماری طرح کلمہ پڑھ لیں تو انکا ایمان کیا ہوگا فرمایا کہ وہ پہلے اس بات کا انکار کریں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں ۔گویا ایمان مشروط ہے طاغوت کے انکار سے ۔جو ایمان کا دعوی کرتے رہے اور طاغوتی نظام کا حصہ بھی بنا رہے اللہ کے نزدیک اسکا ایمان ہی قابل قبول نہیں ۔اس بارے میں سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب فرماتے ہیں:

”قرآن کی رو سے اللہ پر ایمان و طاغوت سے کفر دونوں لازم و ملزوم ہیں اور خدا اور طاغوت دونوں کے سامنے بیک وقت جھکنا عین منافقت ہے“۔ (تفہیم القرآن۔ جلد اول صفحہ ۳۶۷)

”اور کوئی شخص صحیح معنوں میں اللہ کا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اس طاغوت کا منکر نہ ہو“۔ (تفہیم القرآن۔ جلد اول صفحہ ۱۹۶)

اب جو لوگ اسلام پر ایمان کا دعویٰ بھی کرتے اور ایک طاغوتی نظام کو اسلامی انقلاب کا ذریعہ سمجھ کر اس سے وابستہ بھی ہیں، ان آیات اور احادیث کی رو سے اپنے ایمان کو پہچان لیں۔

جمہوری نظام محض طاغوتی ہی نہیں بلکہ مشرکانہ بھی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

جمہوریت ایک مشرکانہ نظام ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''کیا یہ لوگ ایسے اللہ کے شریک رکھتے ہیں جنہوں نے دین کی نوعیت رکھنے والا ایسا طریقہ وضع کر دیا ہو جسکا اللہ نے اذن نہ دیا ہو''۔

(شوریٰ: ۲۱)

مودودی صاحب نے اس آیت کی جو تشریح بیان فرمائی ہے وہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں اسکا خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کے بنائے ہوئے آئین کو قبول کر لینا ایسا ہی شرک ہے کہ جیسے غیر اللہ کو سجدہ کرنا۔ (تفہیم القرآن، جلد ۴، صفحہ ۴۹۹، حاشیہ ۳۸)

حقیقت یہی ہے کہ یہ مکمل طور پر ایک مشرکانہ نظام ہے۔ حکم تو دیا گیا ہے اللہ کی اطاعت کا لیکن جمہوری نظام کو اپنانے والا کس کی اطاعت کر رہا ہے؟ یہ اللہ کی اطاعت نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ کی اطاعت ہے اس لئے یہ شرک فی الحکم ہے۔

شرک اور مشرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات

☆ ''شرک بہت بڑا ظلم ہے'' (لقمان: ۱۳)

☆ ''ہم نے انسان کو وصیت کی ہے کہ اپنے ماں باپ کیساتھ بہترین سلوک کرے لیکن اگر وہ تم پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کر ایسے کو جسے تو نہیں جانتا تو انکی اطاعت نہ کر'' (العنکبوت: ۸)

☆ ''اللہ نہیں معاف کریگا جس نے اسکے ساتھ شرک کیا اور معاف فرمائیگا اسکے علاوہ جسکو چاہے''۔ (النساء: ۴۸_۱۱۶)

☆ ''اور جس نے اللہ کیساتھ شرک کیا تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا اور اسکو پرندے اچک کر لیجائیں یا ہوا اڑا کر دور کسی جگہ پھینک دے''۔ (الحج: ۳۱)

''پس جس نے شرک کیا اللہ کیساتھ اللہ نے حرام کر دی اس پر جنت، اسکا ہمیشہ ہمیشہ کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا'' (المائدہ: ۷۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو مرا اس حالت میں کہ اللہ کیساتھ شرک کیا ہو جہنم میں داخل ہوا''۔ (مسلم۔ کتاب الایمان)

''اللہ کیساتھ شرک نہ کرنا اگر چہ تجھے قتل کر دیا جائے اور جلا دیا جائے'' (بخاری.....)

ذرا تصور فرمایئے کہ آخرت کی زندگی میں جہاں موت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے کسی شخص پر جنت حرام کر دینے کا اعلان کر دیا جائے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بھیانک دردناک تباہ کن جہنم کی آگ میں ڈالدینے کی نوید سنائی جائے............ کیا اس کیلئے کوئی ٹھکانہ ہے؟ ایک انسان کو اگر اس دنیا میں ایک کروڑ مرتبہ قتل کر دیا جائے ایک ارب مرتبہ زندہ جلا دیا جائے تو بھی بہت بہت کم ہے۔ اور ہمارے دل ایسے پتھر کہ اللہ کچھ بیان فرماتا رہے لیکن ہم تو جمہوریت کے ہی متوالے بنے رہیں گے۔

اسلام کے نام بنی ہوئی سیاسی جماعتوں سے وابستہ افراد اس طرح بھی کہتے ہیں: ہاں! جمہوریت شرک ہے لیکن ہم اسلامی انقلاب کیلئے اس سے وابستہ ہیں اللہ ہماری نیت جانتا ہے وہ ہمیں اسکا عذاب ہرگز نہ دیگا بلکہ ہم عین ثواب کا کام کررہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ محض ظن وگمان پر چلے جارہے ہیں۔ کیا ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی ایسی تحریر آئی ہے کہ یہ اس پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچا کے رکھے کہیں ایسا معاملہ تو نہیں:

"کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے خواہش نفس کو اپنا الٰہ بنا لیا اور اللہ تعالیٰ باوجود اسکے علم کے گمراہ کردیا اور اللہ نے مہر لگا دی اسکے سننے پر اسکے دل پر اور اسکی آنکھوں پر پردہ ڈالدیا"۔ (الجاثیۃ:۲۳)

کہاں لکھا ہے قرآن یا حدیث میں کہ کوئی اچھی نیت سے شرک کرے تو معاف کردیا جائیگا۔ یہ صرف اپنے نفس کو الٰہ بنالینا ہے اللہ تعالیٰ نے تو شرک کی غلاظت کو اس طرح واضح فرمایا ہے:

"اور ہم نے انکو اسحٰق اور یعقوب بخشے۔ سب کو ہدایت دی اور پہلے نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور انکی اولادوں میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی۔ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور ذکریا اور یحیٰی اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی یہ سب لوگ نیکوکار تھے۔ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط اور ان سب کو دنیا کے لوگوں پر فضیلت بخشی اور ان میں بعض کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بھی۔ اور انکو برگزیدہ بھی کیا اور سیدھا راستہ بھی دیا۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے ہدایت دے اور کہیں یہ شرک کرتے تو انکے سارے اعمال ضائع ہو جاتے۔" (الانعام: ۸۴۔۸۸)

"اور (اے محمدؐ) تمھاری طرف تم سے پہلے گزرے ہوئے رسولوں کی طرف یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ کہیں تم نے شرک کیا تو تمہارے سارے اعمال ضائع ہوجائینگے اور تم ضرور خسارہ پانے والوں میں ہوجاؤ گے۔" (الزمر:۶۵)

انبیاء علیہم السلام تو شرک کو مٹانے کیلئے بھیجے جاتے ہیں، ان کیلئے تو شرک کا تصور بھی محال ہے وہ تو اس سے شدید نفرت کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہاں اس بات کو انکے حوالے سے بیان کرکے دراصل انسانوں پر شرک کی ضلالت کو واضح کیا جارہا ہے کہ شرک اتنا ذلیل فعل ہے کہ اگر نبوت پر فائز جیسا شخص بھی اس میں ملوث ہوجائے تو اسکی دن اور رات کی یہ ساری تبلیغ، اللہ کی راہ میں جہاد، یہ فقر وفاقہ، یہ صلوٰۃ وصوم، یہ راتوں کی تہجد گذاری وغیرہ کوئی چیز بھی اسکے کام نہ آسکے گی بلکہ خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔ اسلامی انقلاب کے نام پر مشرکانہ نظام کو قبول کرنے والے ذرا ان انبیاء علیہم السلام کے نام پڑھ لیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام پہچان لیں ہم انکی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں اگر اللہ نہ کرے بالفرض محال ان میں سے کوئی شرک کرتا تو اسکا انجام اچھا نہ ہوتا لیکن ہماری نیت اتنی عظیم کہ ہم جو چاہے مشرکانہ کام کرتے رہیں ہم جنت میں ہی جائیں گے؟ اللہ کا وضع کردہ اسلامی نظام اتنا کمزور نہیں کہ وہ اس طاغوتی نظام کے ذریعے ہی آئے گا۔ لوگ سوال کرتے ہیں کہ پھر اسلامی نظام کیسے آئیگا؟ سب سے پہلے تو یہ سمجھا جائے کہ اسلامی نظام ہے کیا؟ اسلامی نظام کی داعی مومنوں کی جماعت کے اوصاف کیا بیان کیے گئے ہیں؟ اسلامی نظام برپا کرنے کیلئے اقتدار پر قبضہ کرنا ضروری ہے؟ جب یہ باتیں قرآن اور حدیث کے حوالے سے سمجھ میں آجائیں گی تو خود بخود سمجھ میں آجائے گا کہ اسلامی انقلاب کیسے آتا ہے۔

اسلامی نظام

آج جب لوگوں سے اسلامی نظام کے بارے میں بات کی جاتی ہے تو وہ خود اس بات کا جواب نہیں دے پاتے کہ انکے نزدیک اسلامی نظام کے کیا معنیٰ ہیں۔ اگر اسلامی نظام سے آپکی مراد محض نماز پڑھنا ہے تو اس ملک میں لاکھوں کی تعداد میں عبادت گاہیں جہاں لوگ اپنے اپنے مسلک کے مطابق نماز ادا کر رہے ہیں۔ اگر اس سے مراد محض روزے رکھنا ہے تو ماہ رمضان میں دن کے وقت ملک کے تقریباً تمام ہوٹل بند کرا دیے جاتے ہیں اور کثیر تعداد میں لوگ روزے رکھتے ہیں۔ اگر اس سے مراد محض زکوٰۃ اور صدقہ خیرات ہے تو لوگ اس فرض کو بھی ادا کر رہے ہیں حکومت کی سطح پر بھی یہ کام ہو رہا ہے۔ اگر اسلامی نظام سے آپکی مراد حج اور عمرہ ہے تو ہر سال لاکھوں افراد اس فریضہ کو ادا کرتے ہیں اور پاکستان سے بھی ایک بڑی تعداد اس میں شامل ہوتی ہے۔ اگر اس سے مراد چور کے ہاتھ کاٹنا، زناء کار کو سنگ سار کرنا ہے تو شرعی عدالتیں بھی موجود ہیں، آپ سمجھتے ہیں کہ اس پر صحیح طرح عمل نہیں ہو رہا ہے تو آپ اس کیلئے تحریک چلا سکتے ہیں لیکن اسکو اسلامی نظام کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح اسلامی نظام سے آپکی مراد محض سودی نظام کا خاتمہ ہے تو اس کیلئے عدالت کا بھی حکم آچکا ہے اور لوگوں کی کثیر تعداد اس نظام سے پہلے ہی علیحدہ ہے۔ اسلامی نظام سے مراد اگر خواتین کا پردہ کرنا ہے تو بڑی تعداد میں خواتین باپردہ بھی ہیں۔ یہ تمام باتیں اسلامی نظام کا جزو تو ہیں لیکن صرف انہی کو اسلامی نظام کہہ دینے سے خود ہمارا دل بھی مطمئن نہیں ہو پاتا۔

آیئے دیکھیں کہ قرآن کریم اور احادیث کی نگاہ میں اسلامی نظام سے کیا مراد ہے؟

کتاب اللہ میں مختلف انبیاء علیہم السلام کی قوموں کا تذکرہ ہے۔ کسی نبی کی قوم بے حیائی کے کاموں میں ملوث تھی کسی نبی کی قوم ناپ تول میں کمی کرتی تھی کسی نبی کی قوم کا معاملہ کچھ اور تھا کسی کا کچھ اور۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث فرمائے گئے تو اسوقت لوگ اپنی سگی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے، بے حیائی، شراب پینا، رقص و موسیقی اس معاشرے میں عام تھی۔ لوگ سودی نظام میں جکڑے ہوئے تھے، لوٹ مار قتل و غارت گری میں یہ قومیں مشہور تھیں۔ لیکن تمام انبیاء علیہم السلام بشمول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت سب سے پہلے اپنی قوموں کے سامنے رکھی وہ یہ تھی:

یقوم اعبدو ا اللہ مالکم من الہ غیرہ (المومنون:۲۳) ”اے میری قوم کے لوگو اللہ کی بندگی کرو اسکے علاوہ تمہارا کوئی الہ نہیں“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بگڑی ہوئی قوم کے سامنے یہی دعوت پیش کی:

ان تقولون لا الہ الااللہ و تخلعون ما تعبدون من دون اللہ

”تم اس بات کا اقرار کرو کہ کوئی نہیں ہے معبود سوائے اللہ کے اور علیحدہ ہو جاؤ ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سواء“ (مسلم)

پتہ چلا کہ یہ ہے اسلامی نظام کی بنیاد کہ اللہ کی توحید کا اقرار اور شرک سے بالکل علیحدگی۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ تو کافر و مشرک تھے اس لئے یہ دعوت پیش کی گئی، آج ہم تو کلمہ گو ہیں، یہ ساری تبلیغ ہمارے لئے نہیں۔ بہتر ہے کہ اس وقت کے مشرک اور آج کے اس کلمہ گو

کے عقائد کا ایک تقابل قرآن وحدیث کے حوالے سے پیش کیا جائے۔

قرآن کریم میں بیان کردہ مشرکین کا عقیدہ:

مشرکین کا عقیدہ تھا کہ ”آسمانوں اور زمین سے رزق دینے والا، سماعت اور بصارت کا مالک، بے جان سے جاندار کو نکالنے والا، جاندار سے بے جان کو نکالنے والا، دنیا کے سارے کاموں کا انتظام کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے“۔(یونس:۳۱)

”زمین میں جو کچھ ہے اسکا مالک، ساتوں آسمانوں اور عرش کا مالک، ہر چیز کا بادشاہ، سب سے بڑھ کر پناہ دینے والا، اللہ تعالیٰ ہے“۔

(المومنون:۸۴_۸۹)

”سورج اور چاند کو زیر کرنے والا اللہ عزوجل ہے“۔ (العنکبوت:۶۱)

”اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ غالب علم والے نے“۔ (الزخرف:۹)

”مشرکین مصیبت میں اللہ ہی کو پکارا کرتے تھے“(الانعام:۴۰، ۴۱، ۶۳، ۶۴_النحل:۵۳، ۵۴_بنی اسرآئیل:۶۷_العنکبوت:۶۵_الروم:۳۳)

قرآن وحدیث میں انکے بیان کردہ اعمال

- نماز پڑھا کرتے تھے۔(عن عبداللہ بن صامتؓ_مسلم_کتاب الفضائل)
- روزے رکھا کرتے تھے۔(عن عائشہؓ _مسلم_کتاب الصیام)
- صدقہ کیا کرتے تھے۔(عروۃ بن زبیر_مسلم_کتاب الایمان_باب حکم عملا لکافر......)
- یا اعتکاف بھی کیا کرتے تھے۔(عن عمرؓ_بخاری_کتاب الصیام)
- حج اور عمرہ کیا کرتے تھے۔(عن ابن عباسؓ_بخاری_کتاب المناسک)
- طواف کیا کرتے تھے اور تلبیہ پڑھا کرتے تھے۔(عن ابن عباسؓ_مسلم_کتاب الحج)
- حاجیوں کی ضیافت کیا کرتے تھے۔(عن ابن عباسؓ_بخاری_کتاب التفسیر)

انکے کفر وشرک کیا تھے؟

ان قوموں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام، اولیاء اللہ قوم کے صالح افراد اور اپنے ہی جیسے فوت شدہ انسانوں کی بندگی شروع کردی تھی۔(الاعراف:۱۹۴، یونس:۲۸_۲۹، النحل:۲۰_۲۱_۸۶، الکہف:۵۲_۱۰۲، مریم:۸۱_۸۲، الفرقان:۳_۱۷_۱۹، الشعراء:۹۲ تا ۹۸، القصص:۶۲_۶۳_۶۴، فاطر:۱۳_۱۴، الاحقاف:۵_۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت وہ قومیں کن کن کو پوجتی تھیں؟

ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام کے بت بنا کر کی بندگی کرتے تھے۔(عن ابن عباسؓ، بخاری، کتاب المناسک)

مریم علیہا السلام کی تصویر بنا کر۔(ایضاً)

ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر جو انکی قوم کے نیک افراد تھے کے بت بنا کر۔ (عن ابن عباسؓ، بخاری، کتاب التفسیر)

لات کے بت بنا کر پوجتے تھے جو حاجیوں کو ستو گھول کر پلاتا تھا۔ (عن ابن عباسؓ، بخاری، کتاب التفسیر)

انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا تھا۔ (عن ابن عائشہؓ، بخاری، کتاب الانبیاء)

اسکے علاوہ منات، عزا وغیرہ کے بت بنا کے پوجتے تھے۔

ان انبیاء اور اولیاء اور دیگر صالح افراد کی عبادت کیوں کرتے تھے؟

کہتے تھے: ''یہ ہمارے سفارشی (وسیلہ) ہیں اللہ تک''۔ (یونس:۱۸)

''ہم انکی بندگی نہیں کرتے مگر اس لیے کہ اللہ تک ہماری قربت کرا دیں''۔ (الزمر:۳)

حج و عمرہ کرتے ہوئے تلبیہ پڑھتے تھے:

لبیک لا شریک لک . الا شریک ھو لک تملکه و ما ملک

''اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک ہے کہ جسکا مالک تو ہے اور وہ کسی چیز کا مالک نہیں''۔

(عن عبداللہ بن عباسؓ، بخاری، کتاب المناسک)

یعنی انکا عقیدہ تھا کہ یہ انبیاء علیہم السلام اور یہ اولیاء ''ذاتی'' طور پر کسی چیز کے مالک نہیں بلکہ یہ جو کچھ دیتے ہیں وہ اللہ نے انکو عطا فرمایا ہے، یعنی یہ ''عطائی'' ہیں۔ ہم ان کی بندگی (ان سے دعا کرنا، ان کے نام کی نذر و نیاز دینا، ان کو غائبانہ مدد کے لئے پکارنا) صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقرب افراد ہیں یہ اللہ تعالیٰ تک ہماری رسائی کرا دیں یعنی ہماری بات اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیں۔

اللہ تعالیٰ پر اس ایمان اور ان اعمال صالحہ کی موجودگی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انکو کافر و مشرک قرار دیا اور فرمایا وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴿﴾ ''اور اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے مگر شرک کیساتھ''۔ (یوسف:۱۰۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ انکو الھکم الہ واحد کی طرف دعوت دو کہ لوگو تمھارا معبود تو صرف اکیلا اللہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم والوں کے سامنے اسی دعوت کو پیش کیا کہ آج تم نے اللہ کے سوا جن جن کو اپنا معبود بنالیا ہے اللہ تعالیٰ نے انکی کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔ یہ سارے جنکو تم نے اللہ کی الوہیت میں شریک کرلیا ہے کسی چیز کے بھی مالک نہیں۔ اے انسانو! تمھارا مشکل کشا، حاجت روا، فریادیں سننے والا، بیماری میں شفا دینے والا، تکلیف سے نکالنے والا، غریبوں اور امیروں کی سننے اور نوازنے والا صرف ایک اللہ ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ اسی کی حاکمیت تسلیم کی جائے اور اسی کے فرمان کے مطابق زندگی بسر کی جائے اس ہی کیلئے تمھاری قولی، فعلی، مالی عبادتیں ہوں اور تم علیحدہ ہو جاؤ ان سے جن جن کی تم بندگی اللہ کے علاوہ کر رہے ہو۔ ان انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ مخلوق و مرزوق کی حیثیت سے پیدا کیا تھا مگر تم نے انکو رزاق کے مقام پر فائض کر دیا آج ان سے اولادوں کا سوال کرتے ہو، انکو تم اپنی بگڑیاں بنانے والا سمجھتے ہو! یہ اور ان سے پہلے گذر جانے والے سب کے سب اللہ کی دی ہوئی زندگی سے زندہ تھے جب انکو موت دے دی گئی تو یہ سب مر گئے، اب

ان میں زندگی کی رمق نہیں ہے۔نہ یہ سن سکتے ہیں اور نہ تمھارے کسی کام کو کر سکتے ہیں، یہ کھجور کی گٹھلی پر چڑھے ہوئے پردے کے بھی مالک نہیں۔تمھارا رب تو اللہ کی وہ ہستی ہے کہ جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہیگا جس کیلئے نہ کوئی نیند ہے نہ اونگھ نہ وہ تھکتا ہے، اس کیلئے اپنی مخلوق میں سے کسی کی حاجت کو پورا کرنا کوئی مشکل کام نہیں، اگر وہ اپنی تمام مخلوق کو اس کے سوال کے مطابق بھی ادا کردے تو اس کے خزانے میں ذرا کمی نہ ہوگی۔لہذا اب بندگی صرف ایک اللہ کی ہونی چاہیے۔جن لوگوں نے اس دعوت حق پر لبیک کہا وہ کفرو شرک کے اندھیروں سے نکل کر اللہ کی بخشی ہوئی ہدایت سے منور ہو گئے۔اب اس جسم پر احکامات الٰہی کا نفاذ ہوا ہے، اپنے گھروں میں اس کو نافذ کیا گیا ہے۔اس طاغوتی معاشرے نے اس دعوت کو قبول کرنے پر اب انکو آزمانا شروع کیا۔ماں باپ دشمن، عزیز رشتہ دار خون کے پیاسے بن گئے، معاشی تنگیاں، محلے اور قبیلے والے دشمن بن گئے۔کہیں گالیاں ہیں، کہیں مار پٹائی ہے، کہیں دن دن بھر رسیوں سے باندھ کر الٹا لٹکنا ہے، کہیں مکہ کی تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیا جاتا ہے اور اوپر تک پتھر رکھ دیئے جاتے ہیں، نیچے سے بھی آگ ہے اور اوپر سے بھی آگ ہے، اور کسی کے لئے انگاروں کا بستر ہے کہ جس پر لٹا کر پتھر رکھ دیئے جاتے ہیں اور انگارے جلتے ہوئے جسم میں گھس جاتے ہیں جسم کی چربی پگھل کر ان انگاروں کو ٹھنڈا کرتی ہے۔لیکن اللہ کی وحدانیت پر مشتمل یہ ایمان جسم کے ہر ہر حصے میں پیوست ہو چکا ہے۔

اب ان چند افراد کی جگہ ایک چھوٹے گروہ نے لی ہے۔اسلامی نظام کے یہ داعی کسی طاغوتی نظام کا حصہ نہیں بن گئے بلکہ ان کے دلوں میں تو اب طاغوت کی نفرت بیٹھ گئی ہے۔یہ سچے داعی وقت کے دھارے کیساتھ بہہ نہیں گئے بلکہ طاغوت کے خلاف ڈٹ گئے۔وہ کیسے انقلاب لائینگے جو دھارے کیساتھ بہہ رہے ہوں، طاغوت کا حصہ بن گئے ہوں۔انقلاب تو وہ لایا کرتے ہیں جو دھارے کے مخالف تیرتے ہیں۔

ایمان کی اس نعمت کو بچانے کیلئے گھر بار چھوڑ کر ہجرت تو کی جاتی ہے لیکن کچھ لو اور کچھ دو کی بنیاد پر کوئی سمجھوتا نہیں کیا جاتا۔دوسری طرف ایمان کے قبول کرنے والے ان انصار نے انکو اپنا بھائی بنالیا اپنی ہر چیز ان پر نچھاور کرنے کیلئے تیار ہیں۔ایک مسلم معاشرہ قائم ہوتا ہے۔اس پکار کو قبول کرنے والوں نے انتظار نہیں کیا ہے کہ جب پورے عرب پر اسلامی نظام برپا ہو جائیگا اسوقت احکام الٰہی کی مکمل تعمیل ہوگی بلکہ یہ تو سمع وطاعت کے پیکر بن گئے۔گھروں سے نکل کر پھر یہ انقلاب محلے میں برپا ہوا، پھر بستیوں میں اسلامی نظام آیا ہے پھر قبیلے اس انقلاب سے منور ہوئے ہیں۔کسی قبیلے کی سرداری پر قبضہ کرنے کی کوشش نہیں کی گئی کہ پہلے سرداری حاصل کرلو پھر ان پر نظام مسلط کردینگے۔نہیں، بلکہ انکو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دی گئی۔اللہ کے یہ سپاہی قلیل ہونے کے باوجود کثیر گروہ سے ٹکرا جاتے ہیں۔اللہ نے انکی مدد فرمائی اور اپنی نصرت سے نوازا۔اسلام کا یہ گروہ اب بڑھتا چلا جارہا ہے۔پھر وہ وقت آتا ہے کہ وقت کے فرعون ان کے سامنے ٹھہر نہ سکے۔غلام قومیں حکمران بنادی گئیں جہاں سے نکالے گئے تھے عزت واحترام کیساتھ دوبارہ وہاں داخل ہوئے۔اللہ تعالیٰ ان قوموں کو اسی طرح نوازا کرتا ہے۔

دراصل آج اسلامی نظام کے معنی حکومت پر قبضہ کرلینے اور اسکے بعد اسلامی نظام نافذ کرنے کی کوششوں کے لئے جاتے ہیں

جبکہ فرمان الٰہی ، اسوۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوراسوہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین اور پچھلی گذری ہوئی قوموں کے تذکرے سے اسلامی نظام کا جو طریقہ ملتا ہے اسکا خلاصہ اس طرح ہے۔

- ☆ سب سے پہلے اللہ کی توحید کا اقرار اور شرک کا انکار۔
- ☆ اللہ کیلئے تمام عبادات صرف اسی کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق۔
- ☆ اپنے جسم پر، اپنے گھر میں اسلامی نظام کا نفاذ، یعنی زندگی کے تمام امور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکامات کا نفاذ اور طاغوتی طریقوں سے مکمل علیحدگی۔
- ☆ اپنے قریبی رشتہ داروں، پڑوسیوں، دوست واحباب کو اسکی تبلیغ۔
- ☆ پھر ایک کثیر گروہ جمع ہو جو اسلامی نظام کا عملی نمونہ بن کے لوگوں کے سامنے آئے۔
- ☆ اس دعوت حق کو پیش کرنے پر آنے والی آزمائشوں کا سامنا، اور اس پر صبر کرنا۔
- ☆ یہ اقتدار کیلئے تگ و دو نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو اقتدار سے بھی نواز دے۔

آیئے دیکھیں کہ اسلامی نظام کی داعی جماعت کے کیا اوصاف ہوتے ہیں۔

اسلامی نظام کی داعی جماعت کے اوصاف اور طریقہء کار

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

”اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے اور یہی وہ لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں“۔ (آل عمران:۱۰۴)

”جتنی امتیں پیدا ہوئیں تم ان میں سب سے بہتر ہو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور خود پکے مومن ہو“۔ (آل عمران:۱۱۰)

پتہ چلا کہ اسلامی انقلاب کی داعی جماعت وہ نہیں جو کفر و شرک میں ملوث ہو بلکہ یہ لوگ تو وہ ہوتے ہیں جو ایمان خالص (کفر و شرک سے پاک اللہ پر ایمان) کے حامل ہوتے اور خیر (معروف) کی طرف لوگوں کو بلاتے ہوں۔

خیر کیا ہے؟ پورا دین اسلام خیر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ توحید (ایمان خالص)، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج اور صوم رمضان“۔ (عن ابن عمرؓ، بخاری، کتاب الایمان)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی دستہ کسی بستی کی طرف روانہ فرماتے تھے تو انکو اس بات کی ہدایت فرماتے تھے:

”سب سے پہلے انکو اللہ کی بندگی (توحید) کی طرف بلاؤ جب وہ اسکو پہچان لیں تو صلوٰۃ کا حکم دو جب وہ اسے کرنے لگیں تو زکوٰۃ کا حکم دو“ (عن ابن عباسؓ، بخاری، کتاب الایمان)

فرمایا گیا کہ تم منکرات (خلاف شرع، برے کام، گناہ کے کام) سے روکتے ہو۔ منکرات کیا ہے؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سب سے بڑا گناہ اللہ کے نزدیک کونسا ہے فرمایا:

”اللہ کے ساتھ کسی اور کو پکارنا (شرک)، اولاد کا قتل کہ وہ تمھارے رزق میں حصہ دار بنے گی، اسکے بعد زنا“۔

(عن ابن مسعودؓ۔ بخاری و مسلم، مشکوٰۃ باب کبائر وعلامات)

”کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ کیساتھ شرک، ماں باپ کی نافرمانی، قتل، جھوٹی قسم یا شہادت“۔ (عن ابو ہریرہؓ، بخاری و مسلم، ایضاً)

”فرمایا بچو سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے شرک، جادو، ناحق قتل، سود، یتیم کا مال کھانا، جہاد سے بھاگنا، پاکباز عورتوں پر تہمت لگانا“۔ (ایضاً)

منکرات کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان ہے:

”تم میں سے کوئی منکر (خلاف شرع) کام دیکھے اسکو ہاتھ سے روکے اگر اسکی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اسکی طاقت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے“۔ (مسلم، کتاب الایمان)

کتاب اللہ سے مومنوں کی جماعت کی جو صفات اور طریقہ کار بیان کیا گیا ہے اسکا خلاصہ اس طرح ہے:

- سب سے پہلے یہ خود ایمان خالص کے حامل اور اعمال صالحہ کے پیکر ہوتے ہیں۔
- یہ جماعت دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف بلاتی اور شرکیہ کاموں سے روکتی ہے۔
- یہ منکرات (گناہ کے کاموں) کے روکنے والے ہوتے ہیں اور گناہ کے کاموں سے دور رہتے ہیں اسلئے کہ یہی ایمان ہے۔

گویا کہ اس جماعت کا ہر عمل کتاب اللہ و سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اسلامی انقلاب ایک مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ مومن اپنے آپکو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے یہ تگ و دو کرتے ہیں۔ اسمیں اقتدار کا کوئی لالچ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا ہے تو انکو خلافت بھی عطا کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

''اللہ کا وعدہ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ وہ انکو ضرور خلافت عطا فرمائے گا زمین پر جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو سرفراز فرمایا تھا اور انکے دین جسے اس نے انکے لئے پسند فرمایا ہے مستحکم و پائیدار کر دیگا اور خوف کے بعد انکو امن بخشے گا''۔ (النور: ۵۵)

''موسیٰ نے کہا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ختم کر دے اور ان کی جگہ تم کو خلیفہ بنا دے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو'' (اعراف: ۱۲۹)

''اور تم ہی غالب رہوگے اگر تم مومن ہو''۔ (آل عمران: ۱۳۹)

واضح ہوا کہ اس وعدہ خلافت کی شرط بھی ایمان ہی ہے۔ اقتدار کا ملنا بھی آزمائش کا ایک حصہ ہے جیسا کہ آیت میں فرمایا گیا ہے کہ دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

لیکن آج لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی نظام کیلئے اقتدار حاصل کرنا لازمی شرط ہے۔ پورے قرآن کو پڑھ لیں ساری احادیث کا مطالعہ فرمالیں کہیں بھی ایسا کوئی حکم نہیں ملے گا۔ شیطان انسان کا ذلیل ترین دشمن ہے اس نے انسان کو ان کاموں میں لگا دیا جس کی کوئی سند کتاب اللہ سے نہ ملتی ہو۔ یہاں بھی ایسا ہی معاملہ ہے، شیطان نے انسانوں کو اقتدار کی لالچ میں اندھا کر دیا ہے اور اسپر اسلامی انقلاب اور عشق رسول کی جعلی ملمع سازی کر ڈالی ہے۔ ذرا سوچیے نوح علیہ السلام نے ۹۵۰ سال تبلیغ فرمائی کتنے لوگ ایمان لائے؟ کونسے اقتدار پر فائض ہوئے؟ کتنے انبیاء علیہم السلام قتل کر دیے گئے کیا یہ سب لوگ ناکام ٹھہرائے جائینگے؟ (نعوذ و باللہ)

کہتے ہیں کہ دیکھو جب یوسف علیہ السلام اقتدار پر قابض ہو گئے تو انہوں نے اسلامی انقلاب برپا کر دیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نہ یوسف علیہ السلام نے سیاست میں حصہ لیا نہ الیکشن لڑا بلکہ وہ تو جیل میں تھے۔ انکی کوئی تو ایک کوشش بیان فرمائیں جو انہوں نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے کی ہو! کیا قرآن و حدیث میں اسکا کوئی بیان ہے یا یہ محض شیطان کی زبان بولی جا رہی ہے۔ اس بارے میں قرآن تو ہمیں بتاتا ہے:

''بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لاؤ تا کہ میں انکو اپنے لئے مخصوص کر لوں۔ جب یوسفؑ نے ان سے گفتگو کی تو اس نے کہا اب آپ ہمارے ہاں قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ اور آپکی امانت پہ پورا بھروسہ ہے۔ یوسفؑ نے کہا ملک کے خزانے میرے سپرد

کیجیے میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں۔اور علم بھی رکھتا ہوں۔اس طرح ہم نے اس سرزمین میں یوسفؑ کے لیے اقتدار کی راہ ہموار کی‘‘۔ (یوسف: ۵۵۔۵۶)

تو یوسف علیہ اسلام نے اقتدار کیلئے جدوجہد نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کیلئے اقتدار کی راہ ہموار کی۔اگر شریعت اسلامی میں اقتدار پر قبضہ کر کے ہی اسلامی انقلاب برپا ہوتا تو پھر موسیٰ علیہ السلام تو فرعون کے گھر ہی میں پل رہے تھے کوئی چال چل کے اقتدار پر قبضہ کر لیتے فرعون کی بیوی بھی مومنہ تھی وہ بھی انکا ساتھ دیتی۔یا وہاں رہ کر فرعون کی موت کا انتظار کرتے شاید پھر کوئی سبیل نکل آتی کہ اقتدار پر قبضہ ہو جاتا کیونکہ فرعون کی تو کوئی اولاد تھی ہی نہیں۔لیکن شریعت اسلامی میں اسکا تصور ہی نہیں یہاں بھی وہی طریقہ کار ملتا ہے جو سارے انبیاء کا ہے یعنی دعوت الی اللہ۔اللہ کے حکم سے واپس گئے ہیں اور بھرے دربار میں اللہ کی توحید بیان کی ہے۔

اس کے بعد لوگ پوچھتے ہیں کہ اس ملک میں اسلامی نظام کیسے آئے گا؟

اس دور میں اسلامی نظام کیسے آئے گا؟

آج بھی اسلامی نظام کیلئے وہی طریقہ اپنایا جائے گا جس کا حکم قرآن وحدیث میں ملتا اور جو انبیا علیہم السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے ثابت ہے۔ایمان خالص کی حامل مومنوں کی جماعت قرآن وحدیث کے بتائے طریقے پر چلتے ہوئے اللہ کے احکامات کو اپنے اوپر نافذ کرینگے،گھروں میں اس انقلاب کو برپا کیا جائیگا اور لوگوں کے سامنے دعوت الی اللہ بیان کی جائیگی۔

شروع میں بیان کئے گئے ۱۵۰۰ سال قبل کے مشرکین اور دوسری قوموں کے عقائد اور اعمال کا مطالعہ فرمائیں اور پھر آج کے دور کے اس کلمہ گو کے عقائد اور اعمال سے اسکا موازنہ فرمائیں کیا فرق ہے؟ صرف ایک فرق ہے کہ وہ عربی دان تھے انکی اکثریت نے اس کلمہ کو اسی لئے قبول نہیں کیا تھا کہ اس میں صرف ایک اللہ کی الوہیت وربوبیت کا اعتراف تھا لیکن آج کا یہ کلمہ گو عربی دان نہیں ہے اس لئے اسکو زبان سے ادا تو کرلیا ہے لیکن اس کے معنی اور اس عہد سے ناآشنا ہے جو اس نے اس کلمہ کو پڑھ کر کیا ہے۔

وہ انبیاء اور اولیاء کو اللہ کی ذات وصفات،حقوق اور اختیارات میں شریک کرتے تھے۔عیسیٰ علیہ اسلام اور عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر ذات کا شرک کیا کرتے تھے آج یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ''نور من نور اللہ'' کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ اللہ کے نور کا حصہ ہیں۔وہ انبیاء اور اولیاء ودیگر انسانوں کو جو موت سے ہمکنار ہو چکے تھے زندہ سمجھ کر ان سے دعائیں کرتے،انکو مدد کیلئے پکارتے،انکو بگڑیاں بنانے والا سمجھتے،انکو اولادیں دینے والا سمجھ کر انکے نام کی نذر ونیاز کرتے تھے آج بھی یارسول مدد،یاعلی مدد،یاغوث مدد کے نعرے بلند کئے جاتے ہیں۔قبر والوں کو زندہ سمجھ کر انکے روضوں پر حاضری دی جاتی ہے،وہاں دعائیں کی جاتی ہیں،لڑکے اور لڑکی کا سوال کیا جاتا ہے،کوئی بیماری کے خاتمے کی امید لئے ہوئے جاتا ہے کوئی سمجھتا ہے کہ حضرت رزق میں کشادگی فرماتے ہیں۔آج کوئی انکا غوث الاعظم (سب سے بڑا فریادیں سننے والا۔فریاد سن کر مدد کرنے والا) ہے،کوئی انکا مشکل کشاء (مشکل حل کرنے والا)،کوئی داتا (دینے والا) کے منصب پر فائز ہے،کسی کو پکارتے ہیں امام بری میری کھوٹی قسمت کرو کھری۔کوئی انکا گنج بخش (خزانے بخشنے والا) بنا ہے اور کوئی غریب نواز (غریبوں کو نوازنے والا)۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سرورعالم (دنیا کا نظام چلانے والا) آقائے دو جہاں (دونوں جہانوں کا مالک) سرورکائنات (کائنات کا نظام چلانے والا)،سرکار دو جہاں (دونوں جہاں پر حکومت کرنے والا) اور اس جیسے القابات استعمال کرتے ہیں جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہیں۔

کسی کا ایمان تعویذ پر ہے،کوئی کالے گنڈے کا پجاری،کوئی ڈلدل کا پجاری،کوئی کڑے چھلوں کو مشکلات کا حل سمجھتا ہے اور کوئی ستاروں کا معتقد۔کل کا وہ مشرک تلبیہ پڑھتا تھا لبیک لا شریک لک . الا شریک ھو لک تملکه و ما ملک ''اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک ہے کہ جسکا مالک تو ہے اور وہ کسی چیز کا مالک نہیں۔'' آج یہ کلمہ پڑھنے والا فوت شدہ انسانوں اور زندہ پیروں سے مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ''عطائی'' ہیں نا کہ ''ذاتی''۔

کل وہ کہتا تھا کہ ہم گناہ گار ہیں اللہ ہماری نہیں سنتا ہم انکی عبادت اسی لئے کرتے ہیں کہ یہ ہماری رسائی اللہ تک کرادیں اور

کہیں کہتے تھے کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تک آج یہی عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرو فلاں بزرگ کے وسیلے سے دعا کرو اللہ ہماری سنتا نہیں ان کی ٹالتا نہیں ۔کل وہ اللہ کے دیئے رزق میں سے اللہ کا حصہ بھی نکالتے تھے اور اپنے طاغوتوں کا بھی (انعام:۱۴۲) اور آج بھی یہ اللہ واسطے ہے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز ہے یہ علیؓ کی نیاز، یہ گیارہویں ہے، یہ سبیل حسینؓ ہے اور یہ کونڈے ہیں۔

تو اب اس انقلاب کے داعی اس شرک کو مٹانے کیلئے اپنے ہاتھ اور زبان سے جہاد کرینگے ۔گلیوں محلوں، سڑکوں، بازاروں اور لوگوں کے گھروں میں جا کر ان عقائد اور اس سے وابستہ اعمال کو لوگوں کے سامنے قرآن وحدیث کے حوالے سے بیان کرینگے کہ اے میری قوم کے لوگو! وہ اللہ کی ذات یکتا ہے کوئی اسکی ذات کا ٹکڑا نہیں ۔وہ خالق ہے سب مخلوق، وہ حاکم ہے سب محکوم، وہ رزاق ہے سب مرزوق، وہ دینے والا ہے سب لینے والے، وہ غنی ہے ساری دنیا کے انسان اس کے در کے فقیر ہیں ۔وہ رزق پر قادر، مشکلوں پر قادر، وہ فتح دے والا، وہی غریبوں کو نوازنے والا، وہ قسمتوں کا مالک، وہی بگڑیاں بنانے والا، وہی زندگی بخشتا ہے وہی موت دیتا ہے۔ وہ بیماری میں شفا دیتا ہے ۔وہی اولادوں کا دینے والا ہے، اسی نے کائنات میں تمہارے لئے طرح طرح کی چیزوں کو پیدا کیا ہے ۔وہ حاکم ہے حکم صرف اسکا چلے گا، وہ قانون ساز ہے قانون اسی کا چلے گا ۔کائنات کے تمام معاملات صرف اسی کے اختیار میں ہیں وہ اکیلا جھولی بھرنے والا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھولی بھرنے والا بنا کر نہیں بھیجا، وہ اکیلا ساری مخلوق کی سننے والا ہے اس نے عبدالقادر جیلانی کو غوث الاعظم بنا کر نہیں بھیجا ۔وہ الوھاب ہے اس نے علی ہجویری کو داتا بنا کر نہیں بھیجا ۔وہ مشکل کشا ہے اس نے علی رضی اللہ تعالیٰ کا مشکل کشا بنا کر نہیں بھیجا ۔وہ غریبوں کو نوازنے والا اس نے معین الدین چشتی کو غریب نواز بنا کر نہیں بھیجا۔ یہ جو آج تم نے ان فوت شدہ ہستیوں کو ان القابات سے نوازا ہے یہ محض تمہاری اپنی گھڑی ہوئی باتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں کوئی سند نہیں نازل فرمائی۔

یہ ہے اللہ کی توحید کی دعوت جو آج پیش کی جائیگی لیکن نہ جانے آج اس دعوت الی اللہ کیلئے ہمارے منہ بند کیوں ہیں؟ ایک طرف تو مولوی صاحب نے بھی چونکہ دین کو پیشہ بنایا ہوا ہے اس لیے وہ بھی وہی باتیں بیان کرتا ہے جو اس علاقے کے لوگوں کو پسند ہوں ۔وہ کسی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا ورنہ اسکے معاش کا مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے ۔دوسری طرف ہمارے ہاں قرآن کے درس بھی ہوتے ہیں لیکن اللہ کی اس توحید کے بیان سے خالی، اعمال کی فضیلتیں خوب زور وشور سے بیان کی جاتی ہیں لیکن یہ بات نہیں بیان کی جاتی کہ اللہ کی علاوہ کسی دوسرے کو غائبانہ پکارنے والے، اس کو مدد کے لئے پکارنے والے پر اللہ نے جنت حرام کردینے کا اعلان فرمایا ہے۔ تعویذ لکھنے والا، اسکو لٹکانے والا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مشرک ہے ۔کیوں اس لئے کہ آج ہمیں تعویذ لٹکانے والے کا ووٹ بھی چاہیے، قبر کے پجاری کا ووٹ بھی چاہیے، نذر ونیاز کرنے والے کا ووٹ بھی چاہیے، ماتم کرنے والے اور یا رسول مدد، یا علی مدد پکارنے والے کا ووٹ بھی چاہیے ۔اس ووٹ کیلئے اب ہم قبر پر چادر بھی چڑھاتے ہیں اور نیاز کا حلوا بھی تقسیم کرتے ہیں (۱۹۷۷ میں اسلام آباد سے نامزد امیدوار پروفیسر غفور احمد نے امام بری کے مزار پر چادر چڑھائی ۔مفتی محمود نے نیاز کا حلوہ تقسیم کیا) ۔اسی لئے اب ہم

اللہ کی حرام کردہ غیر اللہ کی نذر و نیاز بھی کھالیا کرتے ہیں۔ (کراچی میں ہر سال ایک سیاسی رہنما نیاز حلیم منعقد کرتے ہیں اور اس کو حرام سمجھنے والی سیاسی جماعت کے صف اول کے دو یا تین رہنما اس میں شرکت کرتے ہیں)۔ یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ ہم قبر کے پجاریوں اور غیر اللہ کی نیاز کے عقیدت مندوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم کوئی غیر نہیں کہ تم ہم کو ووٹ نہ دو!

آج یہی وجہ ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انکار کرتے ہوئے قدِ آدم فوٹو بنوا کر سڑکوں پر لگواتے ہیں کہ لوگ ہم کو ماڈرن اور لبرل سمجھیں اور اسکو وقت کی ضرورت قرار دیتے ہیں۔ کیا وہ لوگ انقلاب لا سکتے ہیں کہ جو طاغوتی معاشرے کے دھارے کے ساتھ بہہ رہے ہوں، کفر و شرک کی دلدل میں دھنس کے رہ گئے ہوں؟

آج دیواروں پے بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوتا ہے قرآن کی دعوت لیکر اٹھو دنیا پر چھا جاؤ یہ کونسے قرآن کی بات ہے شاید غلاف میں بند قرآن کی۔ کھلے قرآن کی تو لاتعداد آیات کا انکار جمہوریت کو اپنا کے کرہی دیا ہے۔ عقیدہ ایصال ثواب اپنا کر، قبروں والوں کو زندہ مان کر، غیر اللہ کی نذر و نیاز کر کے تو ہم پہلے اس کتاب مقدس کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔ آج قرآن کے اصل موضوع یعنی توحید باری تعالیٰ تو ہم بیان ہی نہیں کرتے۔ شرک کے خلاف آیات تو بیان ہی نہیں کرتے اور کہتے ہیں ہم اختلافی مسائل بیان نہیں کرتے امت میں تفرقہ پھیل جاتا ہے۔ استغفر اللہ قرآن میں اختلافی مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اللہ کی توحید اختلافی مسئلہ ہے! قرآن بیان کرنے سے امت میں اختلاف ہو جاتا ہے! استغفر اللہ۔ مالک کائنات تو فرماتا ہے:

”سارے انسان ایک ہی امت تھے، پھر (انہوں نے باہم اختلاف کیا تو) اللہ نے بشارت دینے والے اور ڈرسنانے والے رسول بھیجے اور سچی کتب نازل فرمائیں تا کہ ان کے باہمی اختلافات کا فیصلہ کریں، اور اس میں اختلاف بھی ان لوگوں نے کیا تھا کہ جن کو کتاب دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلے احکام آ چکے تھے محض ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کی غرض سے تو اللہ نے ایمان والوں کو ہدایت دی، اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔“ (البقرۃ:۲۱۳)

اللہ تعالیٰ فرمائے کہ یہ قرآن لوگوں کے اختلاف ختم کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے اور ہم کہیں کہ اس سے اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ پھر کیوں لکھتے ہو دیواروں پر کہ قرآن کی دعوت لیکر اٹھو اور دنیا پر چھا جاؤ۔ اگر اس بات پر ایمان ہے کہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے بہترین ہے تو پھر کیوں بیان نہیں کرتے کہ غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام ہے۔ (البقرۃ۔ المائدۃ۔ بنی اسرائیل۔ النحل) کیوں بیان نہیں کرتے کہ اللہ تک سفارشی بنانا شرک ہے۔ (یونس) آج یہ نہیں بیان کرتے کہ قبر والوں کو زندہ ماننا، انکو پکارنا، انکو حاجت روا ماننا قرآن کا انکار ہے۔ ہماری زبان بند ہو جاتی ہے اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ جمہوریت کو اپنانا شرک ہے۔ یہ تو یہودیوں کا انداز تھا کہ وہ اللہ کی نازل کردہ باتوں کو چھپالیا کرتے تھے اور صرف اپنے مقصد کی باتیں بیان کرتے تھے۔

قرآن مجید تو آج صرف بیٹی کو رخصت کرتے ہوئے استعمال ہوتا ہے، گھر میں خیر و برکت کیلئے رکھا جاتا ہے یا کسی دوکان و دفتر کے افتتاح یا کسی کی میت کے موقع پر قرآن خوانی کے انداز میں پڑھا جاتا ہے۔ وہ جو ہدایت نامہ بنا کر بھیجا گیا تھا آج کے علماء اسکے لئے فرماتے ہیں اسکو معنی کیساتھ نہ پڑھنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ یہی وجہ ہے ہم اس میں بیان کئے گئے احکامات سے ناواقف ہیں۔ وہ

قوانین جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے تھے جزدان میں لپیٹ کر اونچی جگہ رکھ دئے گئے ہیں اور اسی وجہ سے آج ہم یہود و نصاریٰ کے قوانین کے غلام بن گئے ہیں۔ آج اس کلمہ گو کو یہ نہیں معلوم کہ غیر اللہ کے آئین قبول کر لینا شرک ہے، یہود و نصاریٰ کے نظام پر چلنے والا واصل جہنم ہوگا، مومن اور کافر کو برابر سمجھنے والا قرآن کا انکار کرتا ہے، عورت اور مرد کی گواہی یکساں نہیں ہے، حکومت میں عورت کی حصہ داری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انکار ہے۔

کہتے ہیں ہم کو سب لوگوں کو ساتھ لیکر چلنا ہے اس لئے اختلافی مسائل سے گریز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث فرمائے گئے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اس بات کو نہ سمجھ سکے جو آج کہی جا رہی ہے۔ انہوں نے دعوت توحید پیش کر کے امتوں کو منتشر کر دیا، انکی اجتماعیت کو پارہ پارہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اجتماعیت کا حکم بھی دیتا ہے اور اسکی بنیاد بھی بیان فرماتا ہے:

"کہو کہ اہل کتاب آؤ اسکی طرف جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور ہم سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو کارساز نہ بنائے۔ اگر یہ لوگ نہیں مانیں تو کہدو کہ تم گواہ رہنا کہ ہم اللہ کے مسلم (فرمانبردار) ہیں"۔ (آل عمران: ۶۴)

تو یہ ہے وہ بنیاد کہ جس پر لوگوں کو جمع کیا جائے "اللہ کی توحید اور شرک سے انکار"، اگر لوگ اس بنیاد پر جمع نہ ہوں تو یہ نہیں کہ تم ہر حالت میں ان سے جڑے رہو بلکہ فرمایا کہ کہہ دینا کہ ہم تو صرف اللہ کے فرمانبردار ہیں وہی کرینگے کہ جسکا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ "بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کی جانوں کو جہنم کی آگ سے"۔ اب ہم تمھارے ساتھ جمہوریت میں حصہ لے کر یا ایسی جماعتوں میں شامل ہو کر جو کفر و شرک میں ملوث ہوں اپنی اور اپنے گھر والوں کی جانوں کو جہنم کی آگ میں نہیں ڈال سکتے۔

دیکھا گیا ہے کہ الیکشن کے موقع پر اکثر یہ مذہبی بنیاد پر قائم سیاسی جماعتیں ایک اتحاد قائم کر لیتی ہیں اور اسلامی نظام کا نعرہ بلند ہونے لگتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر یہ سب اسلامی انقلاب کیلئے اتنے ہی مخلص ہیں تو ایک جماعت کیوں نہیں بن جاتے۔ ایک اللہ پر ایمان کے دعویدار، ایک رسول اور ایک کتاب پر انکا ایمان، ایک ہی انکا نعرہ ہے تو پھر اسلامی انقلاب کے دعویدار علیحدہ علیحدہ کیوں؟

ایک الیکشن کے موقع پر جب مذہبی جماعتوں کا اتحاد بنا تو ایک قومی اخبار نے صفحہ اول پر ایک کارٹون شائع کیا کہ دو طوطے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ پہلا طوطا کہتا ہے "یار تم تو کہتے تھے کہ مذہبی جماعتیں اکھٹی ہو ہی نہیں سکتیں"، دوسرا طوطا جواب دیتا ہے کہ "یہ اسلام کے نام پر نہیں سیاست کے نام پر اکھٹی ہوئی ہیں"۔

واقعی سچی بات ہے کہ یہ لوگ صرف اسلام کا نام استعمال کر رہے ہیں ورنہ بات محض اقتدار حاصل کرنے کی ہے۔ جمہوری نظام میں صرف قومی اسمبلی ہی قانون بنا سکتی ہے اگر یہ لوگ اس لئے انتخابات لڑ رہے ہیں کہ وہاں جا کر اسلامی قانون بنائینگے تو ذرا سوچئے کہ صوبائی اسمبلی کونسا قانون بناتی ہے۔ بلدیہ کونسا اسلامی آئین پاس کرتی ہے۔ پی آئی اے، ریلوے، شپ یارڈ، اسٹیل مل کے الیکشن کیوں لڑے جاتے ہیں؟ تو پتہ چلا کہ بات صرف اقتدار کی ہے کہ ہر ہر جگہ کا اقتدار ہمیں مل جائے۔

بالفرض محال یہ لوگ الیکشن جیت گئے اب آئین قرآن و حدیث کے مطابق بنایا جائیگا تو کس فقہ کے حوالے سے بنایا جائیگا ایک

مذہبی سیاسی جماعت میں بھی کئی فرقے کے لوگ ہیں پھر دوسری جماعتوں کے افراد بھی ان کے ساتھ ہیں۔کیا بریلوی اہلحدیث مسلک قبول کریگا؟ کیا دیوبندی،شیعہ مسلک قبول کریگا؟ جو لوگ پچاس سال میں اکھٹے نہ ہو سکے وہ آپکے فیصلے کو قبول کر لینگے؟ یہ محض افسانوی باتیں ہیں!

جن عوام کو آپ دھوکہ دے کر اقتدار کی منزل پہ پہنچے ہیں وہ آپکے اس فیصلے کو قبول کر لینگے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اونچی قبریں زمین کے برابر کر دی جائیں،لوگ کہیں گے یہ بات تو تم نے پہلے کبھی کہی نہیں تھی تمہاری تو الیکشن مہم کا افتتاح قبروں سے ہوتا تھا تمہارے لوگ تو مزاروں پر چادر چڑھاتے تھے۔جوں جوں آپ اسلامی احکام نافذ کرتے رہیں گے لوگوں کے عقائد کو آپکے ان فیصلوں سے ٹھیس پہنچتی رہے گی اور بالآخر اقتدار کی کرسی آپ کے نیچے سے کھینچ لی جائیگی کیونکہ طاغوتی نظاموں سے شفا کی امید رکھنا شیطانی وسوسہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اقتدار حاصل کر کے لوگوں پر اسکے احکام کو نافذ کرنے کا کوئی عندیہ نہیں ملتا بلکہ اسلامی انقلاب صرف تبلیغ کے ذریعے برپا ہوتا ہے۔اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج اس ملک میں بھی مالک نے ایسی جماعت کو قائم کیا ہے جو عین اسکا وضع کردہ طریقہ اپنائے ہوئے اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچانیکا بندوبست کر رہی ہے۔اس جماعت کی نگاہ میں اللہ کی توحید کو سب سے اعلیٰ مقام حاصل ہے۔اسکا ہر عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہے۔کمزور لوگ ہیں لیکن ہر قسم کے طاغوتی،مشرکانہ،کافرانہ اور بدعات پر مشتمل عقائد اور اعمال سے شدید نفرت کرنے والے ہیں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو مشعل راہ اور جنت کا راستہ سمجھ کر اسکی اتباع کرنے والے ہیں۔اقتدار کے لئے نہیں اللہ کی رحمت،اسکی مغفرت اور اس کی جنتوں کے حصول کے لئے یہ ساری کوششیں ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔آمین

وما علینا الا البلاغ

ایک نیا شوشہ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک نیا شوشہ

ایک مذہبی سیاسی جماعت کے افراد اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ فی الوقت پاکستان میں رائج موجودہ جمہوری نظام وہ نہیں ہے جس کو سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی کتب رسائل و مسائل اور مسلمان برصغیر اور سیاسی کشمکش میں دائرہ توحید سے خارج، کفر و شرک پر مبنی اور طاغوتی نظام کہا تھا بلکہ قرارداد مقاصد پاس ہو جانے کے بعد اب اقتدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اب ان کی جماعت اس جمہوری نظام میں حصہ لیتی ہے اور اسلامی انقلاب کے خاطر الیکشن لڑتی ہے

ان کا کہنا صحیح ہے کہ آئین پاکستان میں اقتدار اعلیٰ اللہ کی ذات کو ہی ٹھہرایا گیا ہے۔لہٰذا ہم سمجھتے ہیں کہ پہلی والی جمہوریت کی شقوں کا اس نئی جمہوریت کی شقوں سے ضرور موازنہ کیا جائے کہ یہ کسقدر اسلامی شریعت سے ہم آہنگ ہو گئی ہیں۔

اسلامی شریعت	پہلے والی جمہوریت	بعد کی جمہوریت
۱۔ اللہ کی حکومت	عوام کی حکومت	اللہ کی حکومت
۲۔ اللہ کیلئے	عوام کیلئے	عوام کیلئے
۳۔ اللہ کے طریقے کے مطابق	عوام کے ذریعے	عوام کے ذریعے
۴۔ علما اور جاہل برابر نہیں	دونوں کا یکساں ووٹ	دونوں کا یکساں ووٹ
۵۔ صالح و فاسق برابر نہیں	دونوں کا یکساں ووٹ	دونوں کا یکساں ووٹ
۶۔ مومن و کافر برابر نہیں	دونوں کا یکساں ووٹ	دونوں کا یکساں ووٹ
۷۔ فیصلے قانون الٰہی کی بنیاد پر	اکثریت کا فیصلہ	اکثریت کا فیصلہ
۸۔ عورت سربراہ نہیں ہو سکتی	عورت سربراہ ہو سکتی ہے	عورت سربراہ ہو سکتی ہے
۹۔ مسلم ایک جماعت ہیں	کثیر الجماعتی نظام	کثیر الجماعتی نظام
۱۰۔ امارت کی خواہش منع	امارت کی خواہش جائز	امارت کی خواہش جائز

طوالت کی وجہ سے مزید حوالے نہیں دیئے جا رہے بس یہ سمجھ لیں اقتدار اعلیٰ بظاہر تو اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے لیکن اسکے تمام نکات وہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے اور اسکو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ہم سب سے پہلے خود اسکو اپنائیں اور پھر جو لوگ انجانے میں اسکا شکار ہیں انکو اسکی تبلیغ کریں۔اس لیے کہ آج جو لوگ جمہوریت کو اپنائے ہوئے ہیں وہ جان بوجھ کر اللہ کی مخالفت پر کمر بستہ نہیں بلکہ یہ لوگ تو اسے اسلامی نظام کے مشابہ سمجھ کر اسکو اپنائے ہوئے ہیں۔یہ تو ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جو قرآن و حدیث کا علم رکھتے

ہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے حقیقت کو بیان کریں۔ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ کام تو حکمرانوں کا ہے وہی اسے تبدیل کریں گے ہم تو صرف اس نظام کو اس لیے اپنائے ہوئے ہیں کہ یہی اس ملک میں نافذ ہے، تو اسکا بھی وہی جواب ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ دین سے دوری کی بناء پر ہے، حکمران بھی انسانوں میں سے ہی ہیں انکو اسکی تبلیغ کی جائے گی اور قرآن وحدیث کے حوالے سے انکو سمجھایا جائے گا تو وہ بھی اسے چھوڑ دیں گے۔ پاکستان بننے سے قبل مودودی صاحب نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے اور آج بھی بازار میں کئی کتب اس سلسلے میں موجود ہیں۔ لیکن اسکا انداز یہ نہیں کہ اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد اسکو بدلیں گے، نہیں اس کام کے لیے اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں بلکہ یہ تو محض شیطان کا دھوکہ ہے۔ قرآن وحدیث کے احکامات پڑھ کر جس طرح ایک انسان ان فرمودات کو اپنے جسم پر نافذ کرتا ہے، اپنے گھر والوں کو جس طرح اسکی طرف مائل کرتا اور پھر دیگر لوگوں کے سامنے ان باتوں کی تبلیغ کرتا ہے اس کے لیے بھی وہی طرز عمل اختیار کرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ احکامات کو اپنے پر نافذ کرنے اور اسکی تبلیغ کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ امین

مسلمین کی راہ چھوڑ کر جمہوری نظام اپنانے والوں کو مالک کائنات کے اس فرمان کو سمجھ لینا چاہیے:

''اور جس نے رسول کی مخالفت کی جبکہ ہدایت اسکے پاس آ گئی اور مومنوں کی راہ کے علاوہ دوسروں کی راہ اپنائی تو ہم اسکو اسی طرف چلائینگے جس طرف وہ گیا اور اسے جہنم میں جھونک دینگے جو بدترین جگہ ہے''۔ (نساء:۱۱۵)